بفیض روحانی
نمونۂ شدت
حضرت عمر و
اعلیحضرت خلیفہ
و مظہر اعلی
حضرت امام
المناظرین شیر
بیشۂ سنت الشاہ مفتی
حشمت علی خان
قادری رضوی رضی
المولیٰ عنہ



ماہنامہ
حشمت ضیا

نومبر
۲۰۲۱
(Nov-2021)

سنیت کا کام کریں گے فتاویٰ رضویہ عام کریں گے

مدیر : عبید حشمت علی

تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی
(عرب شریف)

آر این آر آرٹس گلبرگہ

ماہنامہ
حشمت ضیا
نومبر ۲۰۲۱ء

مدیر

عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار

محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ القوی

(عرب شریف)

بفیضِ رُوحانی

غوث صمدانی قطب ربانی شہباز لا مکانی قطب الاقطاب

سید الافراد سلطان الاوتاد **سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی** رضی المولیٰ عنہ وارضاہ عنا

ثم

امام ارباب مشاہدہ سلطان المشائخ، محبوب الٰہی **سرکار نظام الدین اولیاء** رضی المولیٰ عنہ

زیر سایۂ کرم

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، شیر ہندوستان، **حضرت علامہ مفتی ادریس رضاخان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم پیلی بھیت **حضرت علامہ مفتی معصوم رضاخان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلی حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، صاحب کشف و کرامت، جنید زماں **حضرت علامہ مفتی ناصر رضاخان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

نبیرۂ مظہر اعلی حضرت محقق عصر، رئیس التحریر **حضرت مفتی فاران رضاخان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

فہرست

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت ودرستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پاجائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

نعت شریف

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو

از— برادر اعلیٰ حضرت حضور استاذ زمن علامہ حسن رضا خان قادری بریلوی رضی المولیٰ عنہ

تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

میں کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو یہ عطا ہو
وہ دو کہ ہمیشہ مرے گھر بھر کا بھلا ہو

جس بات میں مشہور جہاں ہے لب عیسی
اے جان جہاں وہ تری ٹھو کر سے ادا ہو

یوں جھک کے ملے ہم سے کمینوں سے وہ جس کو
اللہ نے اپنے ہی لیے خاص کیا ہو

مٹی نہ ہو برباد پس مرگ الٰہی
جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھادے
جس کو میرے سرکار سے ٹکرا نہ ملا ہو

اللہ یوں ہی عمر گذر جائے گدا کی
سر خم ہو در پاک پر اور ہاتھ اٹھا ہو

شاباش **حسن** اور چمکتی سی غزل پڑھ
دل کھول کر آئینۂ ایماں کی جلا ہو

دشمن احمد پہ شدت کیجئے

از-سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی المولیٰ عنہ

صاحب عقل و بینش مومن کے لیے بہتر ہے کہ وہ اہلسنت والجماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے نہ زیادہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تا کہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ "اتباع کرو اور بدعت سے بچو یہ تھمیں کافی ہے۔" حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور یہ بات مت کہو کہ یہ بات کیوں ہے؟ جب مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا ہم پہلے بعض احکام کے متعلق کہا کرتے تھے یہ کیا ہے؟ مگر اب ایسا نہیں کہیں گے، لہٰذا ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن رہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانے میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاق کیا۔

اہلِ بدعت سے اجتناب :

دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا گویا اس سے محبت رکھتا ہے (اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے باہم سلام کی کثرت کرو تا کہ محبت بڑھے) یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کو عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لیے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے محض اللہ کے واسطے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ کے لیے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو امن و امان سے رکھے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سو درجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

ابو مغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب تک بدعتی بدعت ترک نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہو جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فضیل بن

عیاض کہتے تھے کہ میں نے خود سفیان بن عینیہ کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جاتا ہے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالی نہ اس کے صرف یعنی فرض کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے عدل یعنی نفل کو، حضرت ابوایوب سجستانی نے فرمایا کہ اگر تم کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو اور وہ کہے کہ اس کو رہنے دو قرآن میں جو کچھ ہو اس کو بیان کرو تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔

(ماخوذ از غنیۃ الطالبین شریف)

☆☆☆☆☆☆

شانِ غوث اعظم : ایک جھلک

از- حضرت سید خیر الدین شاہ ابوالمعالی لاہوری رضی المولیٰ عنہ

شیخ عبد الرحیم شیخ تقی الدین ابو محمد عبد الغنی ابن عبد الواحد مقدسی اور محمد عبد اللہ بن قوامہ اور شیخ صالح عبد الملک ابن ابی لعالی عراقی سے روایت کرتا ہے کہ ہم نے اپنے سردار شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بغداد میں جب اس آدمی کی نسبت پوچھا جائے کہ جس کو مجھ سے نیاز مندی کا تعلق ہے تو کہا جاتا ہے۔ البیضۃ لایتالف والروح لایقوم یعنی میرے نیاز مندوں میں سے وہ نیاز مند جو ابھی وجود بشریت کے بیضے سے باہر نہیں نکلا اور حقیقی زندگی سے متصف نہیں ہوا ایک ہزار دوسرے لوگوں سے بہتر ہے اور جس آدمی کو اس کے معنی کا کچھ بھی شعور حاصل ہوا تو وہ ایک گرانبہا موتی ہے اور بلند پایہ بے بہار گوہر ہے۔

شیخ ابوالبرکات موصلی سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے سنا کہ جو شخص مشائخ کے مریدوں میں خرقہ کی آرزو کرے تو میں پہنا سکتا ہوں لیکن حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو نہیں پہنا سکتا۔ کیونکہ وہ رحمت بے نہایت اور عنایت بے غایت میں غرق ہیں اور کسی چیز کی احتیاج نہیں رکھتے اور نہ وہ کسی کی طرف التفات کریں۔ کیونکہ سمندر کو چھوڑ کر حوض کی طرف کوئی نہیں آتا۔

ع ہر کہ جنت عدن است گلستاں چہ کند

شیخ عبد الرازق اور ابوالحسن سے منقول ہے کہ آنجناب فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دیا گیا۔ جس کا طول اس قدر تھا کہ جہاں تک نگاہ کام کر سکتی ہے اور اس پر اپنے دوستوں اور مریدوں کے نام جو قیامت تک میرے ساتھ اپنی نسبت کو درست رکھیں گے لکھے ہوئے دیکھے اور حکم ہوا کہ تیری طفیل میں نے ان سب کو بخشا اور میں نے مالکِ فرشتے کو جو کہ دوزخ کا مہتمم ہے پوچھا کہ میرے دوستوں یا مریدوں میں سے کسی کا نام تیرے پاس ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ اے درویش حضرت قادریہ کے گدا گر تو بھی خوش دل و خوش وقت ہو تو سنتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔

قطعہ

شاہ جیلانی کہ مردم راچو نور دیدہ است
من غلام او کہ مارا حق بوئے بخشیدہ است
باگدایان سر کوئش جہنم راچہ کار
کزنہیب ہیبتش دوزخ بہم لرزیدہ است

اور راویان مذکورہ بالا سے یہ بھی روایت ہے کہ آنجناب فرمایا کرتے تھے۔

برندارم قدم از پیش خدا
تا روانہ نسازد دم بہ شما
جانب روضہ نعیم بہشت
پاک و پاکیزہ و عنبر سرشت
سوئے خلد بریں بعز و ناز
باہمہ مریدان باصفا ممتاز

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے عزت وجلال کی قسم ہے کہ جب تک مجھ کو اور تم کو خداوند تعالیٰ بہشت کی طرف روانہ نہ کرے گا۔ میں اس کے سامنے قدم نہیں اٹھاؤں گا۔

شیخ عبدالرزاق اور عبدالوہاب سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یعنی میں اپنے مرید اور مرید کے مرید کا (اعلیٰ ہذاالقیاس سات مرتبہ تک) کفیل اور کارساز ہوں اور اس کے تمام کاموں اور مہموں کا ضامن ہوں اور اگر میرا مرید مشرق میں کہیں بے پردہ ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بیشک میں اس کو ڈھانپ دیتا ہوں۔

ہر کرا یار توئی زار نگرود ہر گز

چو تو غمخوارے وخود خوار نگرود ہر گز

شیخ عمران سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت قادریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آنحصرت کا مرید بتائے اور آپ کے ہاتھ بیعت نہ کی ہو اور خرقہ آپ سے نہ پہنا ہو تو وہ اصحاب عالی میں شمار کیا جائے گا یا نہیں۔ فرمایا ہاں بیشک جو کوئی اپنے آپ کو میری طرف منسوب کرے۔ اس کو حق تعالیٰ قبول کرلیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں اور میرے دوستوں سے ہو جاتا ہے۔ (قطعہ)

شاہ گیلانی تراحق در وجود رحمۃ اللعالمین آوردہ است

ہر کہ آن تست مقبول خدااست گرچہ ہر ناکردنی را کردہ است

شیخ ابوالنجیب سہروردی سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے شیخ حماد کی بابت خبر دی کہ لوگ ان کے ہاں سے رات کو شہد کی مکھی کی سی آواز سنا کرتے تھے اور اس بات کا ذکر کسی نے حضرت شیخ محی الدین کی خدمت میں کیا مگر ابھی آنخضرت کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ ایک دفعہ شیخ حماد کی صحبت میں تشریف لے گئے اور پوچھا (فرد)

صحبت د باس راایں ساز چیست

ہر زماں ایں نغمہ وآواز چیست

شیخ حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے بارہ ہزار مرید ہیں۔ میں ہر رات ان کو یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں خداوند تعالیٰ سے چاہتا ہوں اور جو کوئی ان سے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے اسی مہینہ میں توبہ دے یا اسے جہان فانی سے اٹھالے۔ تاکہ دیر تک گناہوں میں مبتلا نہ رہے۔ پس شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر خداوند تعالیٰ مجھ کو اپنی بارگاہ میں مرتبہ دے تو میں اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ میرے مرید قیامت تک بغیر توبہ کے نہ مریں اور میں انکا ضامن ہوں گا۔ شیخ حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے اس بات کا مشاہدہ کرایا ہے۔ (فرد)

آنچہ اوازرب خود درخواست کرد

از کرم اوراہماندم راست کرد

شیخ ابو محمد عبدالجبار بن شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ شیخ صاحب نے فرمایا کہ جب میری والدہ ماجدہ اندھیری جگہ میں جاتیں تو وہاں ایک شمع روشن ہو

جاتی۔ ایک دن میرے والد آئے اور جب اس شمع کو دیکھا تو فوراً بجھ گئی۔ تب میرے والد نے میری والدہ کو فرمایا کہ یہ نور جس کو تم دیکھتی ہو شیطان ہے جو تمہاری خدمت کرتا ہے۔ میں نے اس کو تجھ سے دور کر دیا ہے اور اس کے عوض نور رحمانی تیرے نامزد کیا ہے اور جو کوئی مجھ سے علاقہ رکھتا ہے یا مجھے اس پر عنایت ہے۔ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد جب میری والدہ صاحبہ تاریک مقام میں داخل ہوتی تو چاند جیسا نور دیکھتی جو اس مقام کے اطراف و جوانب کو روشن کر دیتا تھا۔

شیخ ابو القاسم عمر بزاز سے منقول ہے کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جب حسین منصور نے (ظاہری) لغزش کھائی تو اس زمانے میں اس کی دستگیری کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن اگر میں اس زمانہ میں ہوتا تو ضرور اس کی دستگیری کرتا اور میں قیامت تک اپنے بھولے بھٹکے مریدوں اور دوستوں کی دستگیری کروں گا۔

شیخ عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک رات میرے والد ماجد حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام یحییٰ کو چاول پکانے کیلئے حکم دیا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور اٹھ کر چاول پکائے اور دستر خوان پر رکھ دیا۔ جب آدھی کے قریب رات گزر گئی تو دیوار پھٹ گئی اور ایک مرد آیا اور ان چاولوں کو ناشتہ کر کے چلا گیا۔ میرے والد صاحب نے مجھے حکم دیا کہ جا اس آدمی کو ڈھونڈ اور اس سے مل کر اپنے لئے دعا کی التجا کر۔ میں نے اس کو ڈھونڈ کر اپنے لئے دعا کی درخواست کی اس نے کہا سبحان اللہ! میں تو تیرے والد بزرگوار کی دعا اور ان کے خرقہ کی برکت سے اس مرتبہ تک پہنچا ہوں۔ ان سے دعا کے لئے التماس کرنی چاہیے نہ کہ مجھ سے۔

چو کس رابود بحر وکاں پیش در

چہ محتاج از بہر لولو وزر

جب صبح ہوئی تو میں نے رات والا ماجرا شیخ علی بن ہیئتی سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ کے والد بزرگوار کے خرقہ اور عمامے سے زیادہ کوئی برکت دینے والا یا سرفرازی بخشنے والا خرقہ اور عمامہ نہیں دیکھا اور جہاں تک مجھے علم ہے آنحضرت نے ستّر آدمیوں کو فتح عظیم دی ہے اور اسی شام کا ذکر ہے کہ آنجناب نے ان کو خرقہ پہنایا اور دست مبارک کی برکت سے ان کو عطائے جزیل سے بہرہ ور فرمایا اور جس دن میں آپکے والد ماجد کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ اس دن سے زیادہ برکت والا دن اپنے حق میں نہیں دیکھتا۔ (قطعہ)

اے تو یوسف بمصر محبوبی سر بسر زدر ملاحت وخوبی

بوے پیراہنت بہر کہ رسید دید یعقوب وار آنچہ پدید

چوں بامداد بینمت اے ماہ دلفروز

در عیش وخورمی گذرانم تمام روز

شیخ عمر کرمانی سے منقول ہے کہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایمان لانے والے یہودی اور نصاریٰ اور توبہ کرنے والے راہزن اور اعتقاد باطل سے بازنہ آنے ولے رافضی ہر وقت موجود رہتے اور آنحضرت ہر ایک کو راہ راست پر لاتے۔ ایک دفعہ چند آدمیوں کا گروہ ایمان لایا اور بیان

کیا کہ ہم مغرب کے رہنے والے ہیں اور ہمیں اسلام قبول کرنے کی خواہش ہوئی تو غیب سے آواز آئی کہ اے طائفۂ اہل فلاح! تم بغداد میں جاؤ اور حضرت شیخ عبدالقادر کے روبرو ایمان لاو۔ کیونکہ ان کی برکت سے اسلام تمہارے دلوں کو ایسا شیریں معلوم ہوگا کہ اور کسی سے نہ ہوگا۔

اور نیز راوی مذکورہ بالا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک راہب آپ کی مجلس میں آیا اور مشرف بااسلام ہوا۔ اور بیان کیا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں اور میرے دل میں جب اسلام اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ یمن والوں میں سے جو سب سے اچھا ہوگا اس کے سامنے ایمان لاؤ گا۔ میں ابھی انہی خیالات میں تھا کہ نیند مجھ پر غالب آئی اور میں سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجھے فرماتے ہیں کہ جا بغداد میں شیخ عبدالقادر کے روبرو ایمان لا کہ وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر ہے۔

شیخ عبداللہ حیالی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ جنگلوں اور بیابانوں میں بسر کروں۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے اپنی خلقت کی نفع رسانی مجھ سے وابستہ کی ہے۔ اس سبب سے کہ پانچ سو سے زیادہ یہود اور نصاریٰ میرے سامنے اسلام لئے اور ایک لاکھ سے زیادہ کے قریب عیاروں اور راہزنوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

یحییٰ بن نجاح ادیب رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ دیکھیں۔ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ کی مجلس میں کتنے آدمیوں کے بال کاٹتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ایک دھاگا لیتے گئے اور جب شیخ صاحب بال کاٹتے تو وہ کپڑے میں پوشیدہ طور پر اس دھاگے میں ایک گرہ لگاتے۔ اس طرح کہ کوئی نہ دیکھ سکے اور دور بیٹھے ہوئے تھے تو کیا سنا کہ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں کھولتا ہوں اور تو باندھتا ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بغدادی نقل کرتے ہیں۔ میں نے لڑکپن کے زمانے میں ۵۵۳ھ کو خواب میں دیکھا کہ نہر عیسیٰ کا پانی خون اور ریم ہو گیا ہے اور مچھلیوں اور حشرات الارض سے پر ہو کر بڑھتا جاتا ہے۔ میں وہاں سے بھاگ کر گھر آیا تو مجھے ایک آدمی نے گھر کے دریچہ سے پنکھا دیا اور کہا اس کو مضبوط پکڑ لے۔ میں نے کہا کہ یہ مجھے نہیں اٹھا سکے گا۔ اس نے کہا کہ تیرا ایمان تجھ کو اٹھائے گا۔ میں نے اس پنکھے کا کنارہ پکڑ لیا اور اپنے آپ کو اس شخص کے نزدیک پایا اور میرا خواب جاتا رہا۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپ فرمادیں کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ میں ان کی ہیبت کے مارے کانپنے لگا اور میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دعا کیجیے کہ خدا میرا خاتمہ آپ کی کتاب و سنت پر کرے۔ انہوں نے فرمایا ہاں تیرا شیخ، شیخ عبدالقادر ہے۔ تین دفعہ میں نے عرض کی اور تین ہی دفعہ انہوں نے یہی فرمایا۔ جب میں بیدار ہوا تو اس خواب کا ذکر میں نے والد بزرگوار سے کیا۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مجھے شیخ عبدالقادر کی خدمت میں لے گئے۔ اس وقت آنخضرت وعظ میں مشغول تھے اور انکے نزدیک جا کر بیٹھنا بہت دشوار تھا۔ لہٰذا ہم دور بیٹھ گئے۔ شیخ صاحب نے فوراً قطع کلام فرما کر حکم دیا کہ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ۔ ہم کو لوگ منبر کے پاس لے گئے شیخ صاحب نے منبر پر ہم کو طلب کیا اور میرے والد آگے تھے اور میں انکے

پیچھے تب آنجناب نے فرمایا۔ تم تو راہبر کے بغیر نہیں آئے اور پیراہن میرے والد کو پہنایا اور عمامہ میرے سر پر رکھا اور ہم منبر سے اتر آئے اور لوگوں میں بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ وہ پیراہن الٹا پہنا ہوا ہے۔ میرے والد نے چاہا کہ سیدھا کر کے پہنے۔ آنجناب نے فرمایا کہ صبر کر پھر شیخ صاحب منبر سے اترے پھر والد صاحب نے سیدھا کرنا چاہا تو کیا دیکھتے ہیں کہ پیراہن خود پہلے ہی سیدھا ہے۔ وہ فوراً بے ہوش ہو گئے اور لوگ مضطرب ہو گئے۔ شیخ صاحب نے فرمایا: اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب رباط سے قبۂ اولیاء میں تشریف لائے تو ہم کو انکی خدمت میں حاضر کر دیا۔ قبۂ اولیاء اس جگہ کو اس واسطے کہتے ہیں کہ وہاں پر اکثر اولیاء اور مردانِ غیب ہی آنحضرت کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے تو میرے والد کو آنجناب نے فرمایا کہ جس کا راہبر پیغمبر خدا ہو۔ اور شیخ، شیخ عبد القادر تو پھر کسی طرح اس کو کرامت نہ ہو پھر کاغذ اور دوات منگا کر اسنادِ خرقہ کو لکھ کر ہمیں دیا۔

ہاں اے درویش! اس جگہ ایک لطیفہ ہے اس کو یاد رکھ کہ اگر کوئی شخص اسنادِ خرقہ کا منکر ہو۔ جیسا کہ ظاہر بین لوگوں کی عادت ہے تو اس کو کہو یہ امور حضرت غوث الثقلین سے باسناد صحیح درست ہیں اور تیرا علم شریعت و طریقت آنحضرت سے جو کہ نائب و وارث رسول الثقلین تھے بڑھ کر نہیں ہو گا کہ تیرے انکار سے اس کام سے متنفر ہوں۔

(تحفۃ القادریہ شریف، صفحہ ٤٧)

☆☆☆☆☆☆

غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

از: حضرت شیخ عبد الرحمن چشتی قدس سرہ العزیز

آں محقق و متصرف بہ ہمہ مقامات، غوث وقت، محبوب سبحانی، پیشوائے عالم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ بن ابی صالح موسیٰ بن ولی عبد اللہ بن زاہد بن محمد سیف اللہ بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ محض، بن حسن مثنی بن امام حسن بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام الخیر فاطمہ بنت شیخ عبد اللہ صومعی تھیں۔ آپ مقتدائے مشائخ گیلان میں سے تھے۔ اسی طرح بعض لوگ گیلانی کہتے ہیں۔ لیکن آپ کا حقیقی مسکین قصبۂ جیال تھا اور تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ اس قصبہ کا نال جیل تھا جو نہایت پر فیض مقام ہے۔ یہ قصبہ کوہ جودی کے دامن میں واقع ہے۔ جودی وہ پہاڑ جس پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جا ٹھہری تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ فرماتا ہیں: واستوت علی الجودی "اور (کشتئ نوح نے)، جودی پر قرار پکڑا" جیل یا جیال بغداد سے ہفت روزہ مسافت ہے۔ اسی نسبت سے آپ کو جیلی یا جیلانی کہتے ہیں آپ کو خرقہ خلافت تین بزرگوں سے حاصل ہوا۔ ایک اپنے والد بزرگوار کی طرف سے دوم حضرت شیخ ابو سعید مخذومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جن کی نسبت خرقہ پانچ واسطوں سے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی تک جا پہنچتی ہے۔ ایک خرقۂ خلافت آپ کو تاج العارفین شیخ ابو الوفا بغدادی سے بھی ملا ہے۔ ابتدائے حال میں آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے بھی تربیت حاصل کی۔ توکل اور تجرید میں جس قدر مجاہدات اور ریاضت آپ نے کیے ہیں کسی اور بزرگ نے نہیں کیے۔ اسی طرح جس قدر تصرفات اور کرامات کا ظہور آپ سے ہوا کسی سے نہیں ہوا۔ آپ غوثی قبطی مقامات سے ترقی کرتے ہوئے مقام محبوبی تک پہنچ گئے۔ اس مقام سے بلند کوئی مقام نہیں ہے۔ آپ کو محی الدین اس لیے کہتے ہیں کہ ایک دن ایک سفر سے بغداد واپس آ رہے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ راستے میں ایک بیمار آدمی پڑا ہے۔ جس کا جسم ننگا تھا۔ رنگ زرد اور جسم نہایت کمزور تھا۔ اس نے کہا اے عبد القادر میرے نزدیک آؤ۔ آپ اس کے قریب تشریف لے گئے۔ اس نے کہا مجھے اٹھاؤ۔ جب آپ نے اسے اٹھایا تو اس کا جسم تروتازہ ہو گیا اور اپنی اصلی صورتِ پر واپس آ گیا۔ اس نے کہا میں دین اسلام ہوں میری حالت زار ہو گئی تھی۔ لیکن حق تعالیٰ نے مجھے تمہاری بدولت دوبارہ زندہ فرمایا ہے انت محی الدین (تو دین کو زندہ کرنے والا ہے) اسی دن سے آپ جہاں تشریف لے جاتے تھے لوگ آپ کو محی الدین کے نام سے پکارتے تھے۔

صاحب نفحات آپ کی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب سے میرا لڑکا عبد القادر پیدا ہوا ہے۔ ماہ رمضان میں ہرگز دودھ نہیں پیتا۔ ایک دن بادل کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا۔ لوگوں نے آپ کی والدہ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آج میرے لڑکے نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن روزہ تھا۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ میں اور بقول دیگر ۴۷۵ھ میں ہوئی۔ نفحات میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا۔ عرفہ (حج) کے دن میں صحرا میں گیا اور ایک گائے کے پیچھے ہو لیا۔ گائے نے مڑ کر کہا اے عبد القادر آپ کسی کسب (کاروبار) کے لیے پیدا نہیں ہوے اور نہ جانوروں کی دیکھ بھال کے لئے پیدا ہوئے ہے۔ یہ سن کر میرے دل میں ڈر پیدا ہوا اور میں واپس جا کر گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے مجھے میدان

عرفات میں حاجی لوگ نظر آئے۔ میں نے اپنی والدہ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ مجھے راہ حق تعالیٰ پر چلنے کی اجازت دیں تا کہ بغداد جا کر علم حاصل کروں اور مشائخ کی زیارت کروں۔ انہوں نے اس کا سبب پوچھا۔ میں نے ان کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ روئیں اور چالیس دینار میرے کپڑوں میں سی کر مجھے سفر پر روانہ کر دیا۔ جاتے وقت آپ نے مجھے نصیحت کی جھوٹ نہ بولنا۔ میں ایک قافلے کے ہمراہ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان سے قافلہ گزر چکا تو ساٹھ سوار جنگل میں نمودار ہوئے اور انہوں نے سارے قافلے کو لوٹ لیا۔ لیکن کسی نے مجھ سے مزاحمت نہ کی۔ ناگاہ ان میں سے ایک ڈاکو نے میرے پاس آکر پوچھا اے فقیر تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے کہا چالیس دینار میرے کپڑوں میں سلے ہوئے ہیں۔ لیکن اسے یقین نہ آیا۔ وہ چلا گیا اور ایک اور ڈاکو نے مجھ سے وہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا۔ دونوں نے اپنے سردار کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے مجھے اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے میں نے کہا چالیس دینار میرے کپڑوں میں سلے ہوئے ہیں۔ جب انہوں نے میرے کپڑا پھاڑ کر دیکھا تو چالیس دینار برآمد ہوئے۔ اس نے کہا تم نے اپنے دینار کیوں ظاہر کر دیئے ہیں آپ نے جواب دیا کہ میری والدہ ماجدہ نے فرمایا تھا کہ جھوٹ نہ بولنا۔ لہٰذا میں نے جو عہد ان سے کیا اسے پورا کر دیا۔ یہ سن کر چوروں کا سردار رویا اور کہنے لگا کہ میں نے اتنے سال پروردگار کے عہد میں خیانت کی ہے۔ پس اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کر لی۔ اس کے دوست بھی تائب ہوئے اور جو کچھ قافلے سے چھینا تھا واپس دے دیا۔ یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

آپ ۴۸۸ھ میں اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد پہنچے اور نہایت شد و مد کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ پہلے آپ نے قرأت سیکھی۔ اس کے بعد علم فقہ، حدیث و ادب وغیرہ میں نہایت قلیل عرصہ میں کمال حاصل کر لیا اور اپنے ہم درسوں پر فوقیت لے گئے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ نے ریاضت و مجاہدہ میں قدم رکھا۔ چنانچہ تکلم میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے پچیس سال تجرید و سیاحت میں گزارے اور چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ قرآن ختم ہو جاتا اور اکثر تین دن سے چالیس دن تک کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ پندرہ سال تک میں بغداد کے ایک ہی برج میں بیٹھا رہا اور حق تعالیٰ سے عہد کر لیا تھا کہ مجھے کچھ نہ کچھ کھلائیں۔ ایک دفعہ چالیس دن گزر گئے اور میں نے کچھ نہ کھایا۔ چالیس دن کے بعد ایک آدمی آیا اور کچھ طعام میرے سامنے رکھ کر چلا گیا قریب تھا کہ میرا نفس طعام کی طرف رجوع کرتا میں نے کہا واللہ اللہ کی قسم اپنا عہد نہ توڑوں گا۔ میں نے سنا کہ باطن سے کوئی بھوک بھوک کی فریاد کر رہا ہے۔ ناگاہ شیخ ابو سعید مخزومی کا مجھ پر گزر ہوا اور آپ نے وہ آواز سنی۔ آپ نے پوچھا کہ عبدالقادر یہ کیا آواز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ میرے نفس کا قلق اضطراب ہے۔ لیکن میری روح مشاہدۂ حق میں برقرار ہے۔ آپ نے فرمایا میرے گھر آجاؤ۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ باہر نہیں جاؤں گا۔ ناگاہ خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھو اور ابو سعید کے پاس جاؤ۔ میں چلا گیا۔ شیخ ابو سعید اپنے گھر کے دروازے پر میرا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا کافی نہ تھا۔ خضر کے کہنے کی بھی ضرورت تھی۔ آپ مجھے گھر لے گئے جو کچھ گھر میں تھا آپ نے لا کر ایک ایک لقمہ میرے منہ میں دیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے خرقہ پہنایا اور میں نے آپ کی خدمت اختیار کر لی۔ آپ تکلم میں فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے ایک بزرگ کو

دیکھا۔ اس نے پوچھا صحبت کا ارادہ ہے میں نے کہا جی ہاں! فرمایا شرط یہ ہے کہ خلاف عہد نہیں کروگے۔ میں نے کہا نہیں کروں گا۔ فرمایا جب تک میں نہیں آتا یہاں بیٹھے رہو وہ ایک سال کے بعد آئے اور میں اسی جگہ پر بیٹھا رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد اٹھ کر چلے گئے اور فرمایا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں یہاں سے نہ جانا۔ ایک اور سال گزر گئے۔ تیسری مرتبہ جب وہ واپس آئے تو اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لائے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں۔ جب طعام سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میرے ساتھ بغداد چلو چنانچہ ہم دونوں بغداد پہنچ گئے۔ اس وقت تاج العارفین شیخ ابوالقاسم ممبر پر بیٹھے وعظ کر رہے تھے۔ جب شیخ عبدالقادر قدس سرہ ان کی مجلس میں پہنچے تو وہ ممبر سے نیچے اترے۔ آپ کو گلے لگایا اور آنکھ چوم کر لوگوں سے فرمایا کہ اس اللہ کے ولی کی صحبت اختیار کرو کیونکہ میں اس کے سر پر ایسا نور دیکھتا ہوں کہ جس کی روشنی مشرق اور مغرب سے تجاوز کر گئی ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ اے عبدالقادر آج کا دن تمہارے عروج کا دن ہے اور ہر مرغ جو صبح کو بانگ دے گا خاموش ہو جائے گا۔ لیکن تیرا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو اپنا مصلی، پیراہن، تسبیح، کاسہ اور عصا عنایت کیا اور ممبر سے نیچے آکر آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے عبدالقادر جب تیرا وقت آئے تو مجھے یاد کرنا۔ پس آپ مشہور ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد کے نواح میں پھرتا تھا تو نہ میں کسی کو جانتا تھا اور نہ کوئی مجھے جانتا تھا۔ بس مردانِ غیب اور جنوں کو راہ حق میں تعلیم دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس مقام پر میں گیا مجھے کچھ آرام نصیب نہ ہوا۔ حتیٰ کہ نفس اور صفات بشری محو و منسوخ ہو گئے اور غیب سے مجھے دوسرا وجود مل گیا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت رسالت پناہ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خواب میں زیارت کی۔ انہوں نے مجھے بات کرنے کا حکم فرمایا اور اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ جس سے میری فصاحت و بلاغت کے دروازے کھل گئے۔

تکملہ میں لکھا ہے کہ تقریباً ستّر ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگ آپ کے وعظ میں حاضر ہوتے تھے اور پوری توجہ سے آپ کا کلام سنتے تھے۔ وعظ کے دوران لوگوں پر ایسی حالت طاری ہوتی تھی کہ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ مردانِ غیب، ارواح اور جنات ہوا میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان میں سے بعض روتے تھے اور بعض جوش میں آکر فریاد کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری یہ آرزو ہے کہ صحرا میں جا کر رہوں۔ اور پہلے کی طرح نہ مجھے کوئی جانے اور نہ میں کسی کو جانوں۔ لیکن حق تعالیٰ نے خلقت کی ہدایت میرے ذمہ لگائی ہے۔ کیونکہ پانچ سو یہودی اور نصاری میرے ہاتھ پر مسلمان ہوں گے اور ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ سے کہا کہ ایک دن فلاں بزرگ سطح آب پر چل رہے تھے۔ جب میرے قریب پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ میں حنفی ہوں۔ شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے مراقبہ میں سر نیچے کر لیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک میں نے نگاہ ڈالی ہے۔ لیکن سوائے اس بزرگ کے میں نے کوئی حنفی ولی نہیں دیکھا۔ چنانچہ تکملہ میں اس کا مفصل ذکر ہے۔

ایک دن آپ کے بیٹے شیخ عبدالرزاق نے آپ سے دریافت کیا کہ ابّا جان! آپ کو کب معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب میری عمر دس سال تھی تو میں اپنے شہر کے ایک مدرسے میں پڑھنے جایا کرتا تھا اور فرشتے میرے ارد گرد ہوتے تھے۔ جب

میں مدرسے پہنچ جاتا تو فرشتے آواز دیتے کہ افسحو الی اللہ حتی یجلس۔

ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جسے میں نہیں پہچانتا تھا۔ چالیس سال کے بعد میں نے انہیں پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ وقت کے ابدال تھے۔ وہ رجال اللہ کے سردار تھے اور تمام رجال اللہ ان کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ تکملہ میں لکھا ہے کہ ماہ جمادی الآخر ۵۶۰ھ کے آخری جمعہ کے دن ایک خوبصورت جوان حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور سلام کر کے کہا کہ میں ماہ رجب ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ جو کچھ خیر و برکت میرے اندر آپ کے لیے مقدر ہے اس سے آپ کو آگاہ کر دوں۔ پس اس مہینے میں سب خیر و برکت کا ظہور ہوتا رہا۔ جب ماہ رجب کا آخری دن یعنی سنیچر کا دن آیا تو ایک کریہہ المنظر (بد صورت) آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں ماہ شعبان ہوں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ میرے اندر مقدر ہے اس سے آگاہ کرو۔ یعنی بغداد میں وبا پھیلے گی اور حجاز میں سخت بیماری اور خراسان میں سخت مصیبت ہو گی۔ اور اس ماہ میں یہ واقع ہوا۔ اسی ماہ رمضان میں حضرت شیخ کچھ علیل تھے اور اس ماہ کی انیتس تاریخ ہفتہ کے دن شیخ علی اور شیخ ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ آپ کے سامنے بیٹھے تھے کہ ایک حسین و جمیل اور باوقار آدمی آیا اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کر کے کہنے لگا کہ میں ماہ رمضان ہوں میں اس لیے آیا کہ آپ سے معافی مانگوں اس چیز سے جو میرے اندر آپ کے لیے مقدر تھا۔ اور اب میں آپ سے الوداع کہتا ہوں۔ کیوں کہ یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور حضرت شیخ نے دوسرا رمضان نہ پایا۔ یعنی آپکا وصال ہو گیا۔ آپکے فرزند عبد الوہّاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا مہینہ نہ آتا تھا جو پہلے انسان کی صورت میں آکر میرے والد محترم کے سامنے حاضر ہو کر اپنے حالات کے متعلق نہ بتا جاتا۔ اگر اس مہینے میں خیر و برکت ہوتی تو خوبصورت شکل میں نظر آتا۔ اگر شر ہوتا تو بدصورت آدمی کی شکل میں ظاہر ہوتا۔ سبحان اللہ! حق تعالی نے کس قدر تصرفات کا آپ کو مالک بنایا تھا۔ ابتدائے حال میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے عراق کی ولایت ملی۔ لیکن بعد میں فرماتے تھے کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین یعنی بحر و بر جنگل پہاڑ سب آپکی ولایت میں آگئے اور کوئی ولی اللہ ایسا نہ تھا جو آپ کے سامنے بحیثیت قطبِ زماں کے سر تسلیم خم نہ کرتا تھا۔ کیوں کہ آپ قطب کبری تھے۔ ایک دفعہ ۵۵۵ھ میں آپ کی مجلس میں دس ہزار آدمی موجود تھے۔ شیخ علی منٰی کو جو اس مجلس میں شامل تھے نیند آگئی آپ اٹھ کر شیخ علی کے پاس گئے اور ادب سے کھڑے رہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ خواب میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! سبحان اللہ جو کچھ میں نے نیند میں دیکھا آپ نے بیداری میں دیکھ لیا۔ اور تکملہ کی آخری حکایت میں لکھا ہے کہ شیخ علی منٰی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ قطب اکبر کے صفات کیا ہیں؟ فرمایا کہ تمام کائنات اور اہل کائنات کے امور قطب اکبر کو تفویض ہوتے ہیں۔ دریافت کیا کہ وہ کون ہیں فرمایا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ ابو المکارم فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ عارفین کے مشاہدات اور مقاماتِ وصول الی اللہ کے متعلق تقریر فرما رہے تھے۔ حتٰی کہ ہر شخص کے دل میں ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میری مراد کس طرح پوری ہو سکتی ہے حضرت شیخ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا اے مکارم تیرے اور تیری مراد کے درمیان ایک دو قدم سے زیادہ نہیں۔ ایک قدم ترک دنیا میں ایک قدم ترک نفس میں۔ ثم ها انت وربك (اس کے بعد تم ہو گے اور تمھارا رب) عبد الغفور نفحات کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ وصول الی اللہ کی طرف ایک قدم بلا ہے۔ جب کوئی شخص بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے دفعیۂ بلا کے لیے خود کوشش کرتا ہے۔ جب عاجز آتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ اس فعل کا وہ فاعل نہیں ہو سکتا تو حکام اور سلاطین کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب حکام سے اس کی عقدہ کشائی نہیں ہوتی تو اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتا ہے اور عجز وانکسار کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ جب اللہ تعالی چاہتا ہے کہ وہ شخص اسباب سے بالکل منقطع ہو جائے اس کی دعا قبول نہیں کرتا اور مقام دعا و تفرع و توجہ میں حق تعالی اس کے قلب کی حفاظت کرتا ہے۔ حتٰی کہ وہ اسباب کے ملاحظہ سے باہر آتا ہے (یعنی اسباب بے اثر ہونے کا مشاہدہ کرتا ہے) اور"لا فاعل فی الوجود الا اللہ و لا نافع ولا ضارا الا ھو" (اللہ کے سوا کائنات میں نہ کوئی فاعل ہے نہ نفع پہچانے والا ہے۔ نہ نقصان دینے والا) کے معنی اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جب یہ حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے تو وصول الی اللہ کی حقیقت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح انسانوں کے مشائخ ہوتے ہیں ملائکہ اور جنات کے بھی مشائخ ہوتے ہیں اور میں سب کا شیخ ہوں۔ شیخ ابو محمد بن عبد اللہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ احباب کے فرد اور اپنے زمانے کے اولیاء کے قطب ہیں صاحب نفحات لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائے سلوک کے زمانے میں بغداد میں ایک بزرگ رہتے تھے۔ جنھیں لوگ غوثِ وقت کہتے تھے۔ وہ کبھی لوگوں کی نظروں سے غیب ہو جاتے اور کبھی ظاہر ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ابن سقا اور عبداللہ یہ تینوں حضرات ان کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ابن سقا نے کہا میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا۔ جس کا جواب وہ نہیں جانتے عبداللہ نے کہا میں ایک مسئلہ دریافت کروں گا۔ دیکھیں اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا معاذ اللہ ! میں ان سے کوئی مسئلہ نہیں پوچھوں گا۔ صرف ان کی برکات حاصل کرنے کے لیے ان کی خدمت میں جارہا ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو ان کو وہاں موجود نہ پایا تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہ اپنے مصلے پر بیٹھے ہیں۔ لیکن غصہ کی علامات ان کے چہرہ پر نمودار ہیں۔ چونکہ ابن سقا اور عبداللہ امتحان کی خاطر گئے تھے۔ انھوں نے ان کے حق میں بددعا کی اور شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بٹھا کر عزت و تکریم سے پیش آئے اور فرمایا اے عبدالقادر تو نے خدا اور اس کے رسول کو خوش کیا ہے۔ کیوں کہ تم نے ادب کو ملحوظ رکھا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم بغداد میں بر سر ممبر یہ کہو گے۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے)۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیائے وقت نے اپنی گردنیں نیچی کر لی ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے بعد مرتبۂ غوثی تجھے ملے گا۔ یہ کہہ کر وہ نظروں سے گم ہو گئے۔ اور اس کے بعد کسی نے ان کو نہ دیکھا۔ عرصۂ دراز کے بعد شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں وعظ کر رہے تھے اور پچاس مشائخ وقت مثل شیخ ابو نجیب سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو سعید قیلولی رحمۃ اللہ علیہ اور قصیب البیان موصلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ موجود تھے۔ اثنائے وعظ میں آپ نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ یہ سنتے ہی شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ دیا اور سب مشائخ نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ ابو سعید قیلولی فرماتے ہیں کہ جب شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ یہ بات فرما رہے تھے تو حق تعالی نے ان کے دل میں تجلی فرمائی۔ دائیں طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ملائکہ مقربین کی ایک جماعت کے ساتھ اولیاء متقدمین و

متاخرین بھی حاضر تھے۔ یعنی جو زندہ تھے اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے اور جو پردہ پوش ہو چکے تھے وہ اپنی ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ سب نے خلعتیں پہنی ہوئی تھیں۔ بے شمار فرشتے گردا گرد ہوا میں صفیں بنائے کھڑے تھے۔ اور روئے زمین پر کوئی ولی اللہ نہ تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکادی ہو۔ عجم میں جن لوگوں نے تواضع نہ کی ان کا حال خراب ہو گیا۔ اس وقت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب حال طاری تھا۔ جس پر نگاہ ڈالتے تھے اس کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر آپکی طرف براہ راست دیکھ سکے یا کوئی بات کہہ سکے۔ کہتے ہیں طعام اور لباس فاخرہ میں آپکو بہت تصرف تھا۔ آپ کے لباس کے لیے ایک دینار فی گز کا کپڑا خریدا جاتا تھا۔ چونکہ آپکا مقام محبوبیت تھا اس لیے ان تصرفات پر آپ کو حق تعالی کی طرف سے کوئی مواخذہ نہ تھا۔ آپ کے کمالات اور کرامات اظہر من الشمش ہیں۔ ایک دفعہ ایک بڑھیا اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں لا کر کہنے لگی کہ میرے بیٹے کا دل آپکی طرف مائل ہے۔ آپ نے قبول کر لیا اور اسے ریاضت و مجاہدے میں ڈال دیا۔ ایک دن اس کی ماں نے دیکھا جو کی روٹی کھا رہا ہے اور نہایت کمزور اور زرد رنگ ہو گیا ہے جب وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئی تو دیکھا دستر خوان لگا ہوا ہے اور مرغ کا گوشت کھا کر ہڈیاں دستر خوان پر جمع رکھی ہے۔ اس نے کہا یا شیخ! آپ مرغ کا گوشت کھا رہے ہیں بیٹے کو جو کی روٹی دی ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہاتھ ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا قم باذن اللہ (اٹھو اللہ کے حکم سے) یہ سنتے ہی مرغ زندہ ہو گیا اور بانگ دینے لگا۔ اس کے بعد آپ نے اس بڑھیا سے فرمایا کہ جب تیرا لڑکا ایسا ہو جائے گا جو چاہے کھائے۔ آپ کی کرامات اس قدر ہیں کہ دائرۂ تحریر سے باہر ہیں آپ کی وفات بروز پنج شنبہ بتاریخ گیارہویں ربیع الآخر 561ھ میں ہوئی اور بغداد میں دفن ہوئے۔ آپ کے خاندان کے ایک بزرگ میر حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخِ ولادت اور مدحت حیات اور سن وفات ایک بیت میں ختم کی ہے۔ بیت

تاریخ ولادت وحیات وفاتش

از عشق کمال کامل و عشق عیاں۔ رضی المولیٰ عنہ

(مرآۃالاسرار شریف، صفحہ ۵۶۲)

☆☆☆☆☆☆

شفاعت کے اقسام

از- علامہ فضل حق خیر آبادی رضی المولیٰ عنہ

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔

(۲) مراتب کی بلندی کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول ومنظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے عزت وہ شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں:-

شفاعت وجاہت

ا) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت وامتیاز بخشا ہیں۔ ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش معنی جاتی ہے اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے میں اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ **شفاعت وجاہت** ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے، اسے سفارش کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔

بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جا سکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرّب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانۂ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرّب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے

تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست وکشاد اور نظم وضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں۔ ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتاہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی، اس کے کہنے پر عمل کرتاہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتاہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کرلی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جا سکتا ہے، قبول شفاعت نہیں کہا جاتا سکتا۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبول شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتاہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتاہے:

وجیها فی الدنیا والآخرة و من المقربین

"دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں۔"

مفسرین اخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الوجا هة فی الدنیا النبوة و فی الآخرة الشفاعة

"یعنی وجاہت دنیا میں نبوّت ہے اور آخرت میں شفاعت"

شفاعت محبت

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضاجوئی اور ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتاہے، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محب محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے، اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے، ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں اور اکثر اُن کی سفارش قبول کرنے میں یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری، محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے، یہ حال اس شخص سے پوچھا جا سکتاہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"بہت سے گرد آلود بالوں والے، خاکسار، جن کے پاس دو پُرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے گا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار، اللہ تعالیٰ کو کونسا رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ہاں بارگاہ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوئی ہے:

جب میں اس بندے کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیث قدسی کی بنا پر محبوبانِ الٰہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو متشفع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لئے اسی بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیے!

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے (یعنی سب اسی کے بندے ہیں) کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک واقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ واختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تاب مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی ناراضگی سے اس کے کارخانۂ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب ودرجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا، دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہ الٰہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا وآخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لئے سفارش کریں، اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لئے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے، ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا، رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین ودنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے چونکہ بارگاہ الٰہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور اُن کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ازراہِ عناد یہ بات نہ مانے یا

بدعقیدگی کی بناپر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحاح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گذارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپئے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

(تحقیق الفتوی شریف)

☆☆☆☆☆☆

فعل قبیح سے مقارنت کے سبب فعل حسن ہر جگہ قبیح نہیں ہو جاتا

از: امام المتکلمین علامہ نقی علی خان قادری رضی المولی عنہ

فعل حسن مقارنت ومجاورت فعل قبیح سے اگر حسن اس کا اس کے عدم سے مشروط نہیں مذموم ومتروک نہیں ہو جاتا، حدیث ولیمہ میں (جس میں طعام ولیمہ کو شر الطعام فرمایا) قبول ضیافت کی تاکید، اور انکار پر اعتراض شدید ہے۔

"ردالمحتار" میں در باب زیارت قبور لکھا ہے:

اور نیز جب عمل سنت پر بدون ارتکاب بدعت ممکن نہ رہے تو سنت کو ترک کریں۔ عبارت "فتح القدیر کا" ماقرددبین السنت والبدعت فترکہ لازم (۳) محمل وہ چیز ہے جو فی نفسہ مثل سور حمار مشتبہ ہو، نہ یہ کہ جس امر کے سنت وبدعت ہونے میں اختلاف ہو اس کا ترک واجب ہے۔

خود صاحب "فتح القدیر" نے محل اختلاف میں بارہا حکم استحباب کا دیا، اور ابوالمکارم نے "شرح مختصر وقایہ" (٤) میں ایسے مادے میں بحوالہ امام قاضی خاں فعل کو ترک سے اولی کہا (۱)، اور صلات ضحی (کہ سنت وبدعت ہونے میں اختلاف ہے) بایں ہمہ کسی نے ترک اس کا واجب نہ ٹھہرایا، بلکہ خود قائلین بدعت نے استحباب کی تصریح فرمائی، اور نیز قاضی خاں نے ختم قرآن جماعت تراویح میں اور دعا عند الختم کی بوجہ استحسان متاخرین اجازت دی، اور ممانعت کی ممانعت کی (۳) الی غیر ذلک من الامثلتہ الکثیرت المشہورت۔

اصل اس باب میں یہ ہے کہ مستحسن کو مستحسن جانے اور قبیح کی ممانعت کرے، اگر قادر نہ ہو، اسے مکروہ سمجھے۔ ہاں اگر عوام کسی مستحسن کے ساتھ ارتکاب امر ناجائز کا لازم ٹھہرالیں اور بدون اس کے اصل مستحسن کو عمل ہی میں نہ لائیں، تو بنظر مصلحت حکام شرع کو اصل کی ممانعت ومزاحمت پہنچتی ہے۔ اسی نظر سے بعض علمانے ایسے افعال کی ممانعت کی ہے، لیکن چونکہ اس زمانہ میں خلق کی امور خیر کی طرف رغبت اور دین کی طرف توجہ نہیں، اور مسائل کی تحقیق سے نفرت کلی رکھتے ہیں، نہ کسی سے دریافت کریں، نہ کسی کے کہنے پر عمل کرتے ہیں، ولہذا اکثر افعال خرابیوں کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، اس کے ساتھ ان کو چھوڑ دینے سے باک نہیں رکھتے، اب اصل کی ممانعت ہی خلاف مصلحت ہے، ولہذا علمائے دین نے ایسے امور کی ممانعت سے بھی (کہ فی نفسہ خیر اور بسبب بعض عوارض خارجیہ کے مکروہ ہوگئے) منع فرمایا،

اور اسی نظر سے "بحر الرائق" میں لکھا:

دیکھو ان اطبائے قلوب نے خلق کے مرض باطنی کو کس طرح تشخیص اور مناسب مرض کے کیسا عمدہ علاج کیا، جزاھم اللہ احسن الجزاء، بر خلاف اس کے نئے مذہب کے علما مسائل میں ہر طرح کی شدت کرتے ہیں، اور مستحسنات ائمہ دین، مستحبات شرع متین کو شرک وبدعت ٹھہراتے ہیں، تمام ہمت ان حضرات کی نیک کاموں کے مٹانے میں (جو فی الجملہ رونق اسلام کے باعث ہیں) مصروف ہے، اس قدر نہیں سمجھتے کہ لوگ انھیں چھوڑ کر کیا کام کریں گے؟ اور جو روپیہ کہ ان کاموں اور انبیاء واولیاء کے اعتقاد میں صرف کرتے ہیں وہ کس کام میں صرف ہوگا؟ ہم نے تو ان حضرات کے احتساب ونصیحت کا اثر یہی دیکھا

ہے کہ مسلمانوں میں ایک نیا اختلاف اور روز مرہ کا جھگڑا فساد پیدا ہوگیا، ایک مذہب کے دو ہوگئے، کوئی کسی کو مشرک وبدعتی، اور وہ اس کو وہابی گمراہ جہنمی کہتا ہے، کسی نے مجلس میلاد چھوڑ کر مسجد نہیں بنوائی، یا گیارہویں اور فاتحہ کے عوض دو چار طلبہ علم کو ایک وقت روٹی نہ کھلائی، کسی نے وہ روپیہ ناچ رنگ میں صرف کیا، اور جو عیاش نہ تھا اس نے سوائے ڈیوڑھے پر لوگوں کو قرض دیا، سیکڑوں میں دو چار ایسے بھی سہی کہ انہوں نے سال میں ایک دو بار وہابی مولویوں کو دعوت بھی کھلا دی، اپنے واسطے دین کو مٹانا، اور خلق خدا کو بہکانا، کس مذہب وملت میں روا ہے؟! اگر خست طبع اور نائت صرف کو گوارا نہیں کرتے! اور "لاتصرف" کے سوا تم نے کچھ نہیں پڑھا ہے تو یہ افعال فرض وواجب نہیں! اور نہ تم سے کوئی مواخذہ کرتا ہے! مگر دوسرے کو مانع ہونے، اور اس غرض کے لئے نئے اصول اختراع کرنے، اور نیا مذہب بنانے سے کیا فائدہ؟!۔

معاذاللہ و نائت اور خست اس حد کو پہنچی کہ جس کام میں روپیہ کا خرچ پاتے ہیں اس کے مٹانے میں کس درجہ اصرار فرماتے ہیں! صرف کرنا تو ایک طرف، دوسروں کو خرچ کرتے دیکھ کر گھبراتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنی الطبع، قاسی القلب اس مذہب کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں، صرف کو تو اپنا نفس نہیں چاہتا، لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کا یہ حیلہ خوب ہاتھ آتا ہے کہ "ہم کیا کریں، ہمارے علماء ان امور کو بدعت بتاتے ہیں، ان صاحبوں نے بخل نفس کا نام اتباع سنت رکھا ہے، اور تعظیم وتکریم انبیاء اولیاء سے انکار کو توحید ٹھہرایا ہے۔

(اصول الرشاد شریف، صفحہ ١٤٦)

☆☆☆☆☆☆

ترقی کا راز

از:- خلیفۂ مظہر اعلیٰ حضرت اطیب العلماء رضی المولیٰ عنہ

اے نئی روشنی کے دلدادہ مسلمانو! ادھر ادھر بھٹکتے کیوں پھرتے ہو! ہمسایہ قوموں اور مشرکین وکفار اعداء واغیار کی دنیوی ترقی پر للچائی ہوئی نظریں کیوں ڈالتے ہو۔ آہ ان کی ترقی دنیوی ترقی ہے ابھی آنکھ کھلی کل سویرا ہے۔ ان کے وجود اور ان کی ساری ترقیوں سے ان کی آخرت کو کچھ فائدہ نہیں ان کی ترقی انہیں تک محدود و محصور رہتی ہے۔ پھر وہ تو اپنے دین اور دھرم سے بالکل الگ ہو کر اپنے مذہبی احکام کو بالائے طاق رکھ کر ترقی کر رہے ہیں مگر تمہارا دین اسلام تو مکمل دین ہے اور آج مکمل نہیں ہوا بلکہ آج سے تیرہ سو برس سے بھی پیش تر مکمل ہو چکا۔ "الیوم اکملت لکم دینکم وانممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" سے کون واقف نہیں؟ تمہارے دین نے اور دینوں کی طرح تمہیں دنیوی ترقی سے روکا نہیں بلکہ دنیوی ترقی اور فلاح و بہبود کے ایسے ایسے اصول و آئین بتائے کہ دنیا والے حیران رہ گئے بلکہ اسی دین کے سلک مروارید میں منظم ہو کر خود بھی مروارید کی طرح چمکے مگر اس کا کیا علاج کہ ہم سایہ قوموں اور مغربی تہذیب کی تقلید کرکے مذہب و ملت سے الگ تھلگ رہ کر خربوزے کی طرح رنگ بدل کر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تم نے دیکھ لیا کہ دوسری قوموں نے اپنے دین اور دھرم سے علاحدگی اختیار کرکے ترقی کی ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ تم بھی اپنے دین و ملت کو بالائے طاق رکھ کر ہی ترقی کر سکتے ہو، اگر خدانہ خواستہ واقعی یہی بات ہے کہ تم بھی ایسی ہی ترقی چاہتے ہو جیسی غیر قوموں نے کی تو پھر تو اسلام کی ترقی نہ ہوگی بلکہ محض دنیوی ترقی ہوگی اور وہ بھی ایسی جو صرف تمہاری ہی ذات تک محدود رہے گی پھر کیوں شور مچاتے ہو کہ ہم اسلام کی ترقی چاہتے ہیں؟ اسلام کو سربلند دیکھنا پسند کرتے ہیں پھر کیوں گلے پھاڑ پھاڑ کر چلاتے ہو کہ ہم اسلام کی آزادی کے خواہاں ہیں؟ صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ ہم دنیا کی آسودگی چاہتے ہیں؟ کیوں نہیں کہتے کہ روٹی کی ترقی چاہتے ہیں پھر ترقی اسلام کا نام کیوں بدنام کرتے ہو تمہاری روٹی کی ترقی سے دین واسلام ومذہب وملت کو کیا فائدہ؟ تمہاری موت اور زیست دونوں اسلام کے لئے برابر ہیں تم زندہ رہے تو اسلام کا کیا نفع اور مرگئے تو کیا نقصان؟ نہیں نہیں بلکہ دین اسلام کا بے داغ اور پررونق دامن تمہاری ناخلقی اور بداطواری کی وجہ سے داغ دار ہو رہا ہے۔ غیر قومیں تمہاری صورت و سیرت کو دیکھ کر تم پر نہیں بلکہ ظلما اسلام پر خندہ زن ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ تم نے احکام خداو فرامین مصطفی جل جلالہ وصلی تعالی علیہ وسلم کو پس پشت ڈال دیا۔ اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم تمہارے پیش نظر نہیں رہے سوانح آباؤاجداد تمہارے دلوں سے نکل گئی اور ساری تباہیوں اور بربادیوں کی اصل یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہ رہی۔

حالانکہ تمہیں حکم یہ ملا تھا کہ۔

لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (وفی روایۃ) ومن نفسہ۔

"تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ بلکہ اسکی جان سے بھی زائد محبوب نہ ہو جاؤں۔"

ہاں ہاں جس سر میں عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جس دل میں داغ محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مرتسم نہیں وہ سر اور دل واقعی اس بات کے قطعی اہل ہیں کہ ان کو جیتے جی جہنم میں جھونک دیا جائے اگر آج تم تمام ضروریات دینیہ پر اس طرح ایمان لے آئے کہ دل سے ان کی تصدیق اور زبان سے اقرار کر لیا اور عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سرشار ہو گئے ایسے کہ ان کی عزت و عظمت اور شان و شوکت کے مقابلے میں باپ دادا بھائی بہن خویش واقربا پیر و استاد وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی بھی مقابل آجائے تو تم ان کے مطلقاً پرواہ نہ کرو جب تمہارا عشق اس درجہ کامل ہو جائے گا تو یہ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمہاری تمام دینی و دنیوی مشکلات کا حل کر دیگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو گی تو ان کے ارشادات و فرامین کی تعمیل ضرور تمہاری طبیعت ثانیہ بن جائے گی کیونکہ کون ایسا محب ہے جو اپنے محبوب کے ارشاد کی بجاآوری میں ذرہ برابر بھی تاخیر کرے گا۔ تو اب ان کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے بعد محال ہے کہ کوئی خیر و برکت تمہارا استقبال نہ کرے خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی ذرا تم عمل کر کے تو دیکھو۔ ایک سلطنت کیا چیز ہے خدا کی قسم دنیا کی ساری طاقتیں تمہارے گھر کی لونڈی اور اقوام عالم تمہارے در کے ادنی غلام ہو جائیں گے۔ (انشاءاللہ)

اسی کو تو علمائے اہل سنت رو رہے ہیں کہ تم شور مچاتے پھرتے ہو کہ مسلمان ذلیل ہو گئے مسلمان تباہ ہو گئے مسلمان محکوم ہو گئے۔ مسلمانوں کی عزت و وقعت جاتی رہی مسلمانوں کی حکومت و سلطنت نابود ہو گئی یہ سب کچھ کہتے ہو مگر اس مصیبت سے نجات کا جو طریقہ ہے اس سے متنفر ہو اس سے دور بھاگتے ہو شریعت مطہرہ کی پابندی کو تم موت تصور کرنے لگے احکام خدا سے پہلو تہی کرنا شروع کر دی فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جان چرانے لگے یہی نہیں بلکہ اب تو تم دشمنان خدا اور رسول (جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دوست بنانے لگے اللہ کے دوستوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوں سے تمہیں عداوت ہو گئی۔

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ
آہ آہ اے نفس خود کام آہ آہ

مردمان شہوات را دیں ساختند
صد ہزاراں خنہا انداختند

الحذر اے دل ز شعلہ زاد گاں
پائے از زنجیر شرع آزاد گاں

از اعلی حضرت بریلوی رضی المولی عنہ

علمائے حقانی یعنی اطبائے روحانی اس مرض کا علاج بتاتے ہیں مگر تم ہو کہ مرض کی شدت پر شور مچاتے ہو۔ اور علاج سے کوسوں دور بھاگتے ہو۔ یاد رکھو کہ اس مصیبت کا واحد علاج وہی ہے جو علمائے اہلسنت نے بتایا یعنی شریعت مطہرہ پر شدت کے ساتھ پابندی اور فرامین مصطفویہ کے مقابلے میں سارے عالم سے بے زاری کا جذبہ خواہ وہ تمہارا باپ ہو یا دادا، بیٹا ہو یا پوتا۔ خویش واقربا ہوں یا احباب واستاذ ہوں یا پیر ہاں ہاں تم سمجھو یا نہ سمجھو دین متین سے تمہاری اس آزادی اور شتر بے مہاری کا یہی ایک علاج ہے اس نصب العین سے ہٹ کر تم جو کچھ سعی و عمل کرو گے وہ دراصل ذلت و خواری ہے۔ تباہی و بربادی اور موت و استہلاک ہے۔ ہاں ہاں اگر تم نے اپنی جانی و مالی

کوششوں سے اسلام کو سربلند کر دیا اگر تم نے اسلام کو معراج کمال پر پہنچادیا اور اپنی ترقیوں کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی ترقی کے لئے کوشاں رہے تواس میں ضرور تمہاری دنیاوی اوراخروی ترقی کاراز مضمر ہے۔ اسی میں تمہاری فلاح و بہبود کا سر عظیم مستور ہے۔ اغیار اور ہمسایہ قوموں کو تو ان کے دین اور دھرم نے دنیوی ترقی سے روکا ہے۔ بلکہ بالکل بے بہرہ رکھاہے۔ نہیں بلکہ دنیوی ترقی کو دینی عروج کے حق میں بہت بڑاسدراہ سمجھاہے۔ اگرآج ہمسایہ قومیں اپنے اپنے مذھب کے احکام پر کامل پابندی کے ساتھ عمل کرنے لگیں، تو خدا کی قسم آج ہی وہ کھلم کھلا ذلیل ترین مخلوق ہو کر رہ جائیں اور یہ ذلت و خواری ان کے گلے کا طوق اس لئے اور صرف اس لئے ہو گی کہ ان کا دین مکمل نہیں ہے اسی لئے توانہوں نے اپنے دین ہی کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لئے چلتا کر دیا۔ مگر تمہارا اسلام تو مکمل دین ہے کیوں نہ اسی سے ترقی کاراز پوچھو؟ کیوں نہ اپنے درد دل کو پیش کر کے اسی سے درمان طلب کرو، ہاں ہاں اسلام ہی وہ مکمل دین ہے جواپنے دامنوں میں دینی ودنیوی ترقی اور ہر قسم کی فلاح و بہبود کو لئے ہوئے ہے۔ مگر اس سے کوئی پوچھے بھی تو شاید مقصودیوں ہی تو حاصل نہیں ہو جایا کرتا۔

قرآن عظیم میں اللہ تبارک وتعالی فرماتاہے:۔

وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اور نہ سستی کرواور نہ غم کھاؤ! تمھیں غالب آؤگے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ایمان شرط اوراسکی جزاعلو ہے۔ شرط کو چھوڑ کر جزا کا طالب ہونا انتہائی نادانی ہے۔ پوری بھول ہے۔ کام چوری کا ڈھنگ ہے اور ایسا ہی ہے جیسے بغیر وضو کے نماز کے لئے کھڑا ہو جانا اور ظہر کے وقت مغرب کی نماز پڑھ لیناکہ دیکھنے میں تو نماز ہے مگر درحقیقت نماز ہی نہیں، روٹی نہ کھانا پانی نہ پینا اور کہنا کہ یوں ہی پیٹ بھر جائے گا پیاس بجھ جائے گی کون سی عقل مندی ہے؟ کھانا پانی بھوک اور پیاس کی مصیبت کو دفع کرنے کے لئے عالم اسباب میں باذن الہی بمنزلہ شرط کے ہے۔ شرط کے بغیر مشروط کا خواہاں ہونا نفس کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیاہے۔؟ اسی لئے تو اللہ تبارک وتعالی نے علو کے لئے ایمان کی شرط لگادی ہے۔ جب تک ایمان نہیں۔ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامان عالی ہاتھ میں نہیں جب تک ان کا اسوۂ حسنہ پیش نظر نہیں جب تک احکام شریعت مطہرہ ملحوظ خاطر نہیں کسی قسم کا غلبہ و کامیابی ممکن نہیں، کسی قسم کی فلاح و بہبود اور کامرانی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ذلت وخواری کا واحد علاج ایمان ہے۔ پستی و تنگدستی کا مجرب تریاق ایمان ہے۔ ہر قسم کی پیچیدگیوں کا سلجھانے والا ایمان ہے، ساری کشمکشوں سے نکال کر دینی ودنیوی ترقی کے بام کمال پر پہونچانے والا ایمان ہے، بلکہ فی الحقیقت دنیاوآخرت کی ہر خیر وبرکت ہر فوزوفلاح ہر فتح ونصرت ہر قسم کی کامیابی وکامرانی کاموجب ایمان ہے۔ اگرایمان نہیں، اگر دامن محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہاتھوں میں نہیں اگراسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش نظر نہیں اور احکام شریعت مطہرہ پر عمل نہیں بلکہ الٹی انکی تذلیل وتضحیک کی جارہی ہے۔تو حکومت کچھ نہیں، جدوجہد، کچھ نہیں۔ سعی وعمل کچھ نہیں، خدمت خلق کچھ نہیں، تنظیم کچھ نہیں، اتحاد کچھ نہیں سب بے سرے راگ ہیں سب جہنم کی تیاریاں ہیں یہ سب خودکشی اوراستہلاک ہیں۔ سب موت کے ساتھ لہوولعب ہیں۔ ان سے پیٹ کا دوزخ تو بھر جائے گا تن لباسی بظاہر اچھی طرح ہو جائیگی، دنیوی زندگی بظاہر اچھی طرح گزر جائے گی۔ مگراسلام ترقی پذیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ان سے مسلمانوں کی بہتری ہرگز نہیں ہوسکتی۔

وما علینا الاالبلاغ

☆☆☆☆☆☆

شیر بیشۂ اہلِ سنت ایک پیکرِ وفا

از- علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اٹھ میرے دھوم مچانے والے

آہ....... کہ نصف صدی تک دنیائے سنیت کو جگا جگا کر ایک دن سرکارِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقیب خاموش ہو گیا۔

معتمد راویوں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز کی بزمِ عشق میں پہنچنے کے بعد ایک دن کائنات کا یہ مخفی راز اس کے دل پر آشکار ہو گیا کہ عرش وفرش کی وسعتوں میں رضائے الٰہی کی کلید خوشنودئ مزاج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس دن سے لے کر پیکِ اجل کی آمد تک ایک وارفتہ حال دیوانے کی طرح ساری عمر وہ اسی حقیقت کی تلاش میں سر گرداں رہا۔ شوق وطلب کی ایک بیتاب امنگ تھی جو رگ وپے میں خون کی لہروں کے ساتھ دوڑتی رہی اور عشق واخلاص کا ایک دائم و قائم خمار تھا۔ جس نے ساری عمر عقل وہوش کی دنیا پر فرماں روائی کی۔ عشق واخلاص کا خمار اس وقت بھی شریک سفر تھا جب کہ سر بالیں وصال کا سفر نامہ پیک اجل لیے کھڑا تھا اور نگاہوں کی بینائی محبوب کی تجلیوں میں ڈوب رہی تھی اور بلا شبہ وہی رفیق عزیز لحد کی خوابگاہ میں آج بھی شریک بزم تنہائی ہے۔

عشق کے داغ سے مانوس رہا کرتا تھا

ویسے کہنے کو شبِ قبر کی تنہائی ہے

اس پیکر وفا کے سامنے دنیائے رنگ وبو میں ہزاروں انقلاب آئے...... حوادث کی مصلحتوں نے خوشامدیں کیں....... وقت کے تقاضوں نے دامن تھامے...... طوفانوں نے الارم کیا...... قہر وجبر نے تازیانے اٹھائے.... ننگ وناموس نے اندیشہ دلایا.......اور یہ فتنۂ آشوب دنیا بارہا بن سنور کر آئی کہ ایک برہم دیوانے کا مزاج بدل دیا جائے...... لیکن رات کے روشن سیارے اور دن کے چمکتے ذرے شاہد ہیں کہ وقت کے جبری تقاضوں پر دنیا کی ہر شئی بدل گئی....... دریاؤں کے بہتے ہوئے دھارے نشیب پا کر مخالف سمت پر لڑھک گئے....... انگاروں کی دھمک سے فولاد کا جگر پانی ہو گیا...... بارہا ایسا ہوا کہ مصلحتوں نے سرگوشی کی اور اچانک ہزاروں آتش نوا خطیبوں کی زبان گنگ ہو گئی اور قلم نے سپر ڈال دیے.... اور ایسا بھی ہوا کہ علم وتقویٰ کی مغرور پیشانیاں وقت کی مسند اقتدار کے آگے غبار آلود ہو گئیں...... مصلحت کی آتش سے نشیمن جلے....... عشق کی آبرو لٹی...... کفر نے امان پائی اور اسلام اسیر بلا ہوا...... لیکن اپنے دور کا ایک وارفتہ جگر مجاہد تھا جس نے حالات سے دوبدو کرنا قبول کر لیا مگر غیرت وفا کی قربانی دے کر کسی طرح کی مصالحت کے لیے راضی نہیں ہو سکا۔ وہ حق وباطل کے امتیاز میں کسی درمیانی راہ کا قائل نہ تھا۔ اس کی پوری زندگی اسی نظریہ کی عملی تفسیر تھی۔ ایک دامن کی پناہ حاصل کرنے کے لیے انتہائی بے دردی کے ساتھ اس نے لاکھوں دامن جھٹک دیے اور ایک چوکھٹ پر بستر جمایا تو سارے چوکھٹوں سے منہ موڑ کر گزر گیا۔

حق جب بھی مظلوم نظر آیا اس کی غیرت کا جلال برہم ہو گیا اور اس کے لب و لہجے کے خروش پر دریاؤں کی طغیانی ابھر آئی۔ اور جس حال میں بھی ہوا بغیر کسی لمحۂ انتظار کے حق کی حمایت کے لیے کھڑا ہوا۔

مشاہدات و محسوسات سے کہیں زیادہ اسے معنوی حقیقت پر یقین تھا کہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے کٹ جانے کے بعد زمین و آسمان کی وسعتوں میں کہیں امان نہیں مل سکتی۔ وہ ہر وقت اسی یقین کے اجالے میں رہتا تھا۔

اس کی حیات کے وہ لمحے انتہائی قابل رشک ہوتے تھے، جب وہ عاشقوں کی انجمن میں ہوتا اور داستان عشق و ایمان کا کوئی ورق الٹ کر وہ اپنے محبوب کائنات کی یکتائی اور جلالت شان کے خطبے پڑھتا...... اور اس وقت ساری فضا کیف و خمار سے معمور ہو جاتی اور فرط شوق میں کائنات کا دل جھومنے لگتا۔

اس کی خداداد شان خطابت میں مخلص کا ولولہ.... دل مبتلہ سوز.... گھائل کی کراہ..... عشق کی چوٹ.... فدا کار کی سرفروشی.... دیوانے کا استغناء.... مجاہد کا تیور .... انتقام کا جوش.... نیاز مند کا ادب.... اور ایک وارفتہ حال مومن کا ایمان جھلکتا تھا۔

حرمت عشق کے خلاف زبان و قلم کی کوئی ناپاک جسارت اس کے لیے کائنات کی سب سے بڑی اذیت تھی، جس کی تاب ضبط سے اس کا ضمیر ہمیشہ ناآشنا رہا۔ وہ اپنے کریم و جمیل آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایسا سرشار دیوانہ تھا کہ دنیا میں کسی سے اس کی شناسائی نہیں، بس ایک ہی چہرہ اس کے قلب و جگر کا محبوب تھا اور جہاں جہاں بھی دل رکا وہی ایک محبت درمیان میں نسبت رابطہ تھی۔

ذاتی طور پر نہ اس کی کسی سے دشمنی تھی اور نہ دوستی..... وہ اپنے حبیب کے دوستوں کا دوست تھا اور دشمنوں کا دشمن اور یہ اس کے ایمان کا مزاج بن چکا تھا۔

بیگانوں کے سامنے اس کی پیشانی ہمیشہ مغرور نظر آئی لیکن غبار راہ میں بھی پائے حبیب کی کوئی سنت مل گئی تو سجدۂ شوق کے لیے دل کی پوری کائنات جھک پڑی۔

اس کے محبوب آقا کی حرمت پر جس نے بھی حرف رکھنا چاہا اس کے خلاف اعلان جنگ کرنے میں اس کے جہاں کوئی لمحۂ انتظار نہ تھا اور نہ غلبہ و قوت کا کوئی قہر اور مروت و شناسائی کا کوئی عاطفہ اس کی راہ میں حائل ہو سکتا تھا۔

اس کا کام سن کر ایوان باطل میں زلزلے پڑ جاتے تھے اور اسی کے ساتھ اس کی ذات دنیائے سنیت کی ایک ایسی متاع بے بہا تھی کہ اس کے تذکرے سے ایمان والوں کے چہرے شاداب ہو جاتے تھے۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر وفاداروں کی ایک دنیا دیوانہ وار سمٹ جاتی تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں کہ جس شان وارفتگی کے ساتھ حضور شیر بیشۂ اہل سنت نے اسلام کو داخلی فتنوں سے پاک کیا اس کی مثال دور حاضر میں نہیں ملتی۔ ہے اور یہ بھی ایک امر مسلم ہے کہ اسلام کو جتنا اندر سے نقصان پہنچا ہے باہر سے نہیں، صدر اول کا وہ فتنہ جس نے ایوان اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور آج تک اس کی دھمک محسوس ہوتی ہے، وہ اندر ہی سے برپا ہوا تھا۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہ مرد مومن اپنے وقت کا بہت بڑا مجاہد ہے جو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر سے پاک کرنے کے لیے اٹھ

کھڑا ہوا اور بے مثال جرات و پامردی کے ساتھ باطل کی بساط الٹ کر حق کو برتر و غالب کر دیا۔

اسے بصیرت خداوندی ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے کہ فتنہ جنم بھی نہیں لینے پاتا تھا کہ اپنے وقت کے اس عظیم الشان مصلح کی خار شگاف نگاہوں کا شکار ہو جاتا تھا۔ اب اس کی جگہ یا تو نامرادیوں کے مدفن میں ہوتی تھی یا ہمیشہ کے لیے اعتبار کی نگاہوں سے گرا دیا جاتا۔

کہا جاتا ہے کہ اصلاح و تطہیر کے میدان میں حضور شیر بیشۂ اہلِ سنت کی سب سے بڑی حریف وہابیت و دیوبندیت تھی، جن کے خلاف انھوں نے کبھی ہتھیار نہیں اتارے اور نہ ایک لمحہ کے لیے ان کا ذہن اس سے غافل رہا۔

جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی زبان و قلم کو جنبش ہوئی رد وہابیت و دیوبندیت کا فرض قضا نہ ہو سکا اور اس کے لیے نہ کسی تقریب و تمہید کی ضرورت تھی اور نہ تحریک و آمادگی کا انتظار تھا کہ دعوت حق کے لیے فضا ساز گار ہو اور جان و مال کی مضرتوں کا کھٹکا دور ہو جائے۔

بلا شبہ جذبۂ حق کا یہ خروش اور غیرت ایمانی کا یہ بے نیاز ولولہ انہیں کے ساتھ مخصوص تھا۔ دین میں انھوں نے وہابیت و دیوبندیت کی رنگے ہاتھوں چوری پکڑی تھی اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منافقین کا کردار دہراتے ہوئے دیکھا تھا اور دیوبندی پیشواؤں کی کتابوں میں انہوں نے شان رسالت میں وہ توہین آمیز عبارتیں بھی پڑھیں جن کے تصور سے مومن کا دل کانپ جاتا ہے۔

حق نے جب کبھی اسے آواز دی وہ بغیر کسی لمحۂ انتظار کے اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ خلعت فاخرہ اسی کی قامت زیبا پر راس آئی۔ اس کی سطوت علم کے آگے بڑے سے بڑے طاغوت کی زبانیں خشک ہو جاتی تھیں اور اس کا نام سن کر باطل کے ایوان میں زلزلے پڑ جاتے تھے۔ پھر اس کے ساتھ اس کی عالمگیر محبوبیت کا یہ اقبال تھا کہ اس کے تذکرے سے مؤمنین کے دلوں کی کلی کھل جاتی تھی اور چہرے شاداب ہو جاتے تھے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

صداقت و انصاف کا خون کر کے کوئی اعتراف حق سے پھر جائے تو اور بات ہے، لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے جس صبر آزما حوصلوں کے ساتھ اسلام کو داخلی فتنوں سے پاک کیا، اس کی مثال دور حاضر میں نہیں ملتی۔

دراصل اس جذبے کے پیچھے ایک نہایت سنگین اور المناک حادثے کی تاریخ تھی، جس نے اہل سنت کے قلوب کو ایسا گھائل کیا کہ وہ آج تک اچھے نہیں ہو سکے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان بڑے سے بڑے زخم کی چوٹ برداشت کر سکتا ہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ جان سے زیادہ عزیز پیغمبر کے ناموس کو کوئی بدبخت اپنی زبان و قلم کا نشانہ بنائے۔ زمانہ اس کے اس جذبۂ شوق کا ہمیشہ گلہ مند رہا کہ توہین وفا کے مجرم کو عالمگیر شہرت واثر کے حصار میں بھی اس کی زبان و قلم کے عبرتناک تازیانوں سے امان نہ مل سکی۔

فکر و اعتقاد کے ملحدین نے ہمیشہ اس کے موقف کا مذاق اڑایا...... اس کی افتاد طبع سے بیزاری کا اعلان کیا..... اور جب

زبان و قلم کے حربوں سے کام نہ نکلا تو طاغوت کی قوتوں کا سہارا لے کر فرعون و شداد کی تاریخ دہرائی...... لیکن مایوس و مرعوب ہونا تو بڑی بات ہے، اس کے محکم یقین کی آب و تاب اور چمک گئی اور اس کے باطل شکن عزم کا تیور اور نکھر گیا۔

بلاشبہ شیر بیشۂ اہل سنت کی زندگی ایسی کردار کی مرقع تھی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ مشیت کی طرف سے وہ اسی عظیم خدمت پر مامور کیے گئے تھے۔

یہ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ سب سے پہلے "شیر بیشۂ اہل سنت" کے خطاب سے کس نے اسے مخاطب کیا، لیکن بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ لغت میں یہ ترکیب اسی لیے وضع ہوئی تھی اور اسی پر ختم بھی ہو گئی۔

خدائے غافر و نعیم اس کے مدفن کی خاک پر شام و سحر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور نسیم طیبہ ہمیشہ اس کی خواب گاہ کو معطر رکھے۔ آمین

(شخصیات، صفحہ ۱۷۱)

☆☆☆☆☆☆

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

از- مفسر اعظم پاکستان علامہ فیض احمد اویسی رحمہ اللہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایڈیٹر فاران ماہر القادری نے اپنے توحید نمبر میں "مغالطے" کے عنوان سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا شعر مذکورہ شرک آمیز عقائد پر محمول ہوتا ہے، و ھو ھذا: اہلِ بدعت کا خاصہ ہے کہ جب شرک آمیز عقائد اور بدعات پر انہیں ٹوکیئے تو وہ چراغ پا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو تم اس قدر بے اختیار سمجھتے ہو۔ ان لوگوں نے مجازی محبوبوں کے انداز پر اللہ و رسول اور اولیاء اللہ کے روابط کو قیاس کیا ہے اس کا اظہار اپنے شعروں میں وہ اس طرح کر چکے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

سائل- عبدالرحمن قندھاری آغا پورہ حیدر آباد

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب:

منکرین کا خاصہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے وہ مراتب خصوصی اور بلند شانیں اور خدا کے دربار میں اُن کی عزت و وجاہت جو عام انسانوں کو نہیں ملتی بیان کی جاتی ہے تو سن کر شرک و کفر کی مشینیں چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ افسوس کہ ان آیات واحادیث کی خبر نہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کہ رسول اعلیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے محبوبانِ خدا کی افضیلت و منزلت میں فرمایا:

حدیث قدسی: سید المفسرین علامہ امام رازی تفسیر کبیر میں زیر آیات وللآخرۃ خیر لک من الاولی (پارہ ۳۰ آیت ٤ سورۃ الضحیٰ) فرماتے ہیں:

لانک تفعل فی الدنیا ارید و افعل فی الآخرۃ ماترید

یعنی دنیا میں تم ہمارے! ارادہ کے مطابق عمل کرتے ہو اور آخرت میں جو تم کہوگے وہ ہم کریں گے۔

حدیث شریف: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔ ما اری ربک الا یسارع فی ھواک یعنی میں آپ کے خدا کو دیکھتی ہوں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

تردید اعتراض: جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بلکل ہی لغو و باطل ہے اس سے ان کی شعر فہمی اہل علم پر اچھی طرح آشکارا ہو گئی غالباً انہیں یہ خبر ہی نہیں کہ یہ شعر کس عظیم ہستی کا ہے؟ یاد رکھئے کہ یہ شعر ان کا ہے جو عرب و عجم کے علمائے کرام سے مجدّد کا خطاب پا چکے ہیں علمائے حرمین نے جن سے سندیں حاصل کیں ہر مسئلہ علمی جن کی تحقیق نے آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا جو علم قرآن و حدیث و فقہ وکلام میں ماہر ہیں جن پر فتاویٰ رضویہ جو بارہ ضخیم جلدوں میں ہیں اور ہر جلد تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے شاہد عادل ہے جس کے کمال شاعری کا لوہا استاد داغ دہلوی نے بھی مانا جن کی شاعری گل و بلبل،

شمع و پروانہ، حسن و عشق مجازی سے مبرا و منزہ تھی خدا کی حمد و نعت صاحب لولاک جن کا موضوع سخن تھا۔

شعر کی تشریح: سائل کا فن شاعری سے کیا واسطہ اگر فن معانی و بیان و بدیع و عروض کے چند سوالات کر لئے جائیں تو منہ دیکھنے لگیں اب اس شعر کی تفسیر و تحلیل قرآن و حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ کاش کہ خشک توحید کے خشک خیالات دماغ سے نکل کر مندرجہ ذیل تشریح کا مطالعہ کریں یا کسی عربی درس گاہ کے استاد یا طالب علم سے اس شعر کی تشریح سمجھ لیں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

انا اعطینک الکوثر

ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا اعطینا از روئے قواعد صرف ثلاثی مزید فیہ ہے عطا ثلاثی مجرد فقہ میں بتایا گیا ہے کہ لفظ عطا تصدق، نحل اور ہبہ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور عقد ہبہ اس سے ایسا ہی منعقد ہوتا ہے جیسے لفظ ہبہ سے اور ہبہ مفید ملک ہے یعنی موہوب لہ موہوب کا مالک ہو جاتا ہے تو اعطینا کا معنی اس نہج پر ہوا وھبنا اور وھبنا کا معنی ہے ملّکنا یعنی ہم نے مالک بنا دیا۔

ملک کی تین صورتیں: ملک کی تین صورتیں ہوتی ہیں یعنی اگر کوئی کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو بذریعہ خرید یا بذریعہ وراثت یا بذریعہ ہبہ یہ تینوں چیزیں مفید ملک ہیں اللہ تعالٰی نے اپنی ملک کوثر کا مالک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا ہے یہ ملک نہ بذریعہ خرید ہوئی اور نہ ہی بذریعہ وراثت کہ اللہ ہی سب کا وارث ہے مورث مرے تو وارث کو ملے اللہ تعالٰی تو ازلی ابدی ہے تملیک کی دو قسمیں تو معدوم ہیں رہ گیا ہبہ تو فرمایا "ہم نے ہبہ کیا" خرید و فروخت کا تعلق محبت سے نہیں دشمن سے بھی سودا لیا جاتا ہے اور وراثت کی تقسیم مورث کے اختیار میں نہیں ہے اس وجہ سے مورث کے اگر کچھ ورثاء نافرمان اور دشمن ہوں تو پھر بھی حصہ مل جاتا ہے جبکہ ہبہ کا تعلق صرف محبت سے ہے کہ دشمن کو ہبہ نہیں کیا جاتا ہبہ کرنے والے کو موہوب لہ سے محبت ہوتی ہے تو اسے ہبہ کر دیتا ہے۔ اب شعر کے معنی ہوئے کہ اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم نے تمہیں مالک بنا دیا کیونکہ تم ہمارے محبوب ہوا گر ذھن میں تعصب کے جراثیم نہ ہوں تو پہلے مصرعہ "میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب" کا مطلب صاف طور پر سمجھ میں آسکتا ہے یہ مصرعہ انا اعطینک کا پورا پورا ترجمہ ہے، ملا علی قاری حنفی مکی حدیث شریف کہ وانا حبیب اللہ (الخ) کے تحت "مرقات شریف" میں خلیل و حبیب کا فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

یعنی خلیل کا فعل اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہے حبیب وہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا فعل اس کی رضا کے لئے ہے پھر اس مضمون پر ہر دو آیات قرآنی سے استدلال فرمایا جو نمایاں طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالٰی اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملکیت، اختیار اور تصرف و عطا پر ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

یعنی رابعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا اور (ایک شب) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا (رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے ہم تجھے عطا کریں میں نے عرض کیا میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں فرمایا کچھ اور، میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے یعنی

سائل ہوں تیرا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو

معلوم ہے اقرار کی عادت تیری مجھ کو

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بلا قید و تخصیص مطلق "سل" ارشاد فرمانا یعنی مانگ کیا مانگتا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سبھی مرادیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں جب ہی تو بلا تقیید ارشاد ہوا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری

بدرگاہش بیا و ھر چہ میخواہی تمنا کن

یہ تو شعر تھا اب آپ کے قلم فیض رقم سے حدیث مذکور کی محدثانہ تشریح بھی ملاحظہ فرمائیے:

اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد بر خاص معلوم میشود کہ کار ھمہ بدست ھمت و کرامت اوست صلی للہ علیہ وسلم ھر چہ خواہد و ھر کرا خواہد باذن پرودگار خود دھد

فان من جودک الدنیا و ضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

شاہ صاحب نے جو شعر درج فرمایا وہ امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صاحب بردہ شریف کا ہے یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوانِ جود و کرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علوم جن میں "ماکان و ما یکون" یعنی جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیام قیامت تک ہونے والا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سے ایک معمولی حصہ ہیں۔

اسی طرح علامہ علی قاری حنفی مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مانگنے کا مطلق حکم دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمادیں۔

فائدہ: غرضیکہ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے محبوب ہوئے اور خدا محب اور یہ عطا وہبہ محبت کی وجہ سے ہے تو خدا دے رہا ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لے رہے ہیں خدا مالک بنارہا ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مالک ہو رہے ہیں تو ہمیں تمہیں دونوں کے درمیان کیا مداخلت؟ کہ وہ محب، وہ محبوب، ہم تم کون؟ جو مداخلت کریں اور کہیں کہ اللہ تعالٰی مالک نہیں بنا سکتا اور حضور مالک نہیں بن سکتے اس میں شرک لازم آئے گا اور توحید کے خلاف ہو جائے گا ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

یہ لوگ منع کرنے والے اور حد مقرّر کرنے والے کون؟ لا مانع لما اعطیت۔

نہیں میرا تیرا: دوسرے مصرعہ "یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا" میں الفاظ "نہیں میرا تیرا" خاص زباں کا محاورہ ہے جو بمعنی عدم مداخلت استعمال کیا جاتا ہے جیسے عام طور کہتے ہیں" ہم جانیں اور وہ جانیں تمہیں اس سے کیا"؟ مگر افسوس کے مسٹر ماہر، محاورات زبان اور نکات شاعری کو بھی نہیں سمجھ سکتے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ان کا فن شاعری میں انہاک "نقشد بر آب کشیدن" سے زیادہ حثیت نہیں رکھتا۔ ماہر کو شاید اتنا بھی یاد نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں لفظ "مالک کون ومکان" وہ خود استعمال کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو "محسوسات ماہر صفحہ ٥٤ مطبوعہ حیدرآباد دکن"۔ نظم کا عنوان ہے اسیران بدر آخری شعر ملاحظہ فرمایئے۔

مالک کون ومکاں! بادشہ عرش سریر
نام لیوا ہیں تیرے بند غلامی میں اسیر

فائدہ: کیا بہتر ہو کہ اپنے کہے ہوئے شعر کو ماہر صاحب یادگار جاہلیت کہہ کر نظر انداز کر دیں۔ ہمارے نظر میں تو ان کا دورندی اور عہد پارسائی دونوں ہی فریب نفس ہیں بقول جوش ملیح آبادی: وہ بھی دھوکہ تھا اور یہ بھی دھوکہ!

ماہر صاحب توحید نمبر کے اسی باب میں یوں بھی رقمطراز ہیں کہ "ان کو اسی میں لطف آتاہے کہ کوئی نہ کوئی نکتہ پیدا کر کے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک ہی سطح پر لے آئیں"۔

لطیفہ: ماہر صاحب کے اس نظریئے کے روشنی میں عہد صحابہ سے آج تک جن لوگوں نے فضائل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کیئے محدثین، آئمہ، فقہاء صوفیاء اور علماء مفسرین جنھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں وہ سب اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک سطح پر لے آنے والے ہو گئے۔ لا حول ولا قوة الاباللہ العلی العظیم و لعنة اللہ علی الکاذبین۔

ہر سُنّی کا عقیدہ: سلف صالحین تو عظیم بزرگ ہستیاں ہیں کوئی ادنی مسلمان ایسی جرأت نہیں کر سکتا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک سطح پر لے آئے مگر افسوس کہ مسٹر ماہر اتہام تراش رہے ہیں اور بڑی جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

ہر سُنّی مسلمان کا عقیدہ یہی ہے کہ:

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!!!

اس شعر کا مصرعہ اوّل بھی خاص طور سے توجہ کے قابل ہے مصرعہ ثانی تو اکثر غیر سُنّی لوگ بھی پڑھ دیتے ہیں۔

حقیقت: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لہ ما فی السموت وما فی الارض

یعنی جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے اس کا مالک اللہ ہی ہے

اس کے باوجود آج ہر شخص یہ کہتا ہے کہ اس مکان کا مالک میں ہوں اس زمین کا مالک میں ہوں، یہ کارخانہ میرا ہے دعویٰ ملکیت پر کوئی فتویٰ نہیں لگاتا تو جس خدا نے کسی کو مکان کا کسی کو دکان کا، کسی کو

کارخانے کا، کسی کو بہت بڑے سامان کا، کسی کو سارے ملک کا اور اس پر حکم وفرمان کا مالک بنادیا ہے تو اسی خدانے ہی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہان اور مکان کا مالک بنا دیا ہے اس شعر کی مزید تشریح فقیر کی شرح حدائق بخشش میں ملاحظہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ اویسیہ شریف، جلد ۱)

☆☆☆☆☆☆

دستک

از- نبیرۂ مظہر اعلی حضرت شہزادۂ ناصر ملت فاضل کامل حضرت مولانا مفتی محمد مشارب رضا خان حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

۷۸۶/۹۲/۵۵۵

تمام تعریفیں اُس اللہ جلاجلالہٗ کے لئے جس نے اپنے نور سے وجہ تخلیق کائنات ہم سب کے آقا و مولی جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ سلم کو پیدا فرما کر تمام عالم سے کفر و ضلالت بے دینی و جہالت کی ظلمت کو مٹایا اسلام جیسا معتدل اور پاک دین عطا فرمایا الف الف درود و سلام نازل ہو غیب بتانے والے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر اور آپکے آل واصحاب پر اور سب مومنین پر۔

اللہ تبارک و تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۝

ظالمین کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی

غیر منقسم ہندوستان کی ہلکی سی جھلک

چودھوی صدی ہجری میں جب کفر و ارتداد نے وہابیت ، دیوبندیت وغیرہ کو اپنا محبوب خانہ بنا کر حفظ الایمان ، تحذیر الناس ، براہینِ قاطعہ ، تقویت الایمان ، فتاویٰ رشیدیہ ، جیسا ایمان لیوا وائرس ہندوستان میں پھیلایا تو نہ جانے کتنوں کو اس وائرس نے اپنی زد میں لے کر ہلاک کر ڈالا اور کتنوں کو کُفر و ضلالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پہونچا چھوڑا اپنے بد عقیدگی کے انفیکشن سے قوم کو متاثر کرنے اور سچّے پیارے دین اسلام کو لوک ڈاؤن کرنے کی ناپاک کوششیں کیں ، اور دھوکہ و فریب یوں دیا کہ ہر سو کفر کا وائرس پھلانے کے لئے اپنے سروں پر اسلامی نام کی تختیاں نصب کر دیں۔

کہیں سچّے خدا جلاجلالہ کو جھوٹا کہا (معاذاللہ)

کہیں خدا کے پیارے محبوب کو آپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھا (معاذ اللہ)

کہیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو مر کر مٹّی میں ملنے والا کہا (معاذاللہ)

کہیں غیب داں نبی صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیٹھ پیچھے کا بھی علم نہیں۔ لکھا (معاذاللہ)

کہیں حضور صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کو شیطان کے علم سے کم تر لکھا (معاذاللہ)

اور نہ جانے کیسی کیسی گستاخیاں اور بے ادبیاں اللہ جلاجلالہ و رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کیں اور اپنی کتابوں میں چھاپیں اور آج بھی اپنی اُن گستاخیوں و بے ادبیوں کو اپنا عقیدہ رزیلہ ضالہ بنائے ہوئے ہیں۔

یہ ایک ایسا وائرس ہے جو جان نہیں لیتا مگر جان کی جان یعنی ایمان لے جاتا ہے۔

او بے فکرو! او مدہوشو! کیا سوچتے ہو کہ ان چوروں سے اختلاط واتحاد میں ہمارے ایمان کو کچھ ضرر نہ ہو گا؟

یقیناً نفس کے سخت دھوکے میں ہو کہ یہاں اس بلا کے چور ہیں کہ تیری آنکھ سے کاجل چرا لینگے اور تیری پلکوں کو خبر تک نہ ہوگی۔ ع

آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

بچا بچا اپنی آنکھ سے ایمان کے کاجل کو بچا ورنہ خدانہ خواستہ اگر وہ کاجل گیا تو بینائی جاتی رہے گی بصارت نہ رہی تو ظاہری بصیرت کیا کام دیگی؟ دنیاو آخرت کی رسوائی نصیب ہوگی۔

نسأ اللہ تعالی العفو و العافیہ فی الدنیا و الآخرہ

اور اس کاجل کا تحفظ ان اعداء دین سے ربط و میل جول ختم کرکے ہی ہو سکتا ہے کہ اس سے جہاں ہمارے ایمانی کاجل کی حفاظت وصیانت ہوگی وہیں دعوئے محبت میں صداقت بھی ظاہر ہوگی ورنہ۔

شعر

ان کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے

دعوہ بےاصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری

اب ہم انکی حقیقت سے پردہ کو ہٹاتے ہیں کہ آپ آگے اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

بھائیو! کیا کسی کو اس طرح دھوکہ دیا جا سکتا ہے کہ آیئے صاحب میں آپکو دھوکا دے رہا ہوں؟

نہیں! بلکہ دھوکہ باز پہلے ہمدردی اور محبت کی باتیں کر کے بعد میں دھوکا دیتا ہے۔

کیا کبھی کسی نے کسی آدمی کو یہ کہہ کر زہر دیا ہے کہ لیجئے صاحب زہر پی کر میٹھی نیند سوجایئے؟

نہیں! بلکہ زہر دینے والا زہر کو کسی میٹھی چیز میں ملا کر دیگا۔

اسلام میں نیا فرقہ پیدہ کرنے والا شخص کیا یہ کہہ کر فرقہ بناتا ہے کہ آیئے مسلمانوں میں اسلام میں نیا فرقہ بنانے جارہا ہوں آپ میرا ساتھ دیجئے؟

نہیں! بلکہ وہ شخص فرقہ بندی کی مخالفت کریگا اور اندر ہی اندر ایک نیا فرقہ بنائیگا جب شکاری کسی پرندہ کو شکار بنانا چاہتا ہے تو وہ اُسی کی بولی بولتا ہے حالانکہ شکاری انسان ہی ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مقصد کے لئے پرندہ کی بولی بول کر اسے دھوکہ دیتا ہے ان روز و شب کے مشاہدات سے یہ بات ثابت ہوگی کہ بظاہر کوئی فرد یا جماعت میٹھی باتیں یا نیک کاموں کے لیے بلائے تو یہ ضروری تو نہیں کہ ہم بنا سوچے سمجھے اور پرکھے اُسکے ساتھ ہولیں! بلکہ ہمیں پوری تحقیق کرکے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ کہیں وہ رہبر کے بھیس میں رہزن تو نہیں ہے۔

کسی بھی مذہب یا تحریک کے مقصد کو معلوم کرنے کا اہم ترین طریقہ اُس تحریک کے منشور اور بانی و اکابر کی کتابوں سے ہوتا ہے

اب آپ وہابیت، دیوبندیت کی ایک شاخ تبلیغی جماعت کی حقیقت انہیں کی کتابوں سے ملاحظہ کریں:

تبلیغی جماعت کا بانی مولوی الیاس ہے اُسکے علاوہ مولوی یوسف، مولوی زکرّیہ، مولوی منظور نعمانی تبلیغی جماعت کا اہم ستون تصوّر کیا جاتا ہے، تبلیغی جماعت کے اکابر میں مولوی اسمائیل دہلوی، مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ شامل ہیں۔

یہاں ایک اور وضاحت کرتے چلیں کہ اگر کسی سُنّی صحیح العقیدہ بریلوی سے پوچھا جائے کہ آپ اپنے اکابر حضرات کے نام بتائیں تو وہ فوراً صحابہ کرام ، شہدائے کربلا اور حضرت امامِ حسن مجتبیٰ و سید الشہداء حضرت امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے لیکر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سرکارِ غوث اعظم سرکارِ غریب نواز حضرت وارثِ پاک حضرت صابرِ پاک امامِ اہلِ سُنّت سرکار اعلیٰ حضرت ، سرکار مظہرِ اعلیٰ حضرت و دیگر بزرگانِ دین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے اسمائے گرامی تک بغیر کسی کشمکش کے ذکر کر دیگا لیکن چونکہ تبلیغی جماعت کی کتابیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں سے بھری پڑیں ہیں اس لئے برائے تقیہ وہ اپنے اکابر کے نام بتانے سے شرم کرتے ہیں ، اور اپنی آئیڈینٹی چھپاتے ہیں کہ اگر پہلے پہل ہی ہماری حقیقت سے لوگ آگاہ ہو گئے تو ہمارے فریبی جال میں کون پھنسے گا۔

اب کُھلی آنکھوں سے وہابیت ، دیوبندیت کی شاخ تبلیغی جماعت کا اصلی چہرہ دیکھئے:

نمبر(1): نماز میں حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے بدرجہ بہتر ہے (کتاب صراط مستقیم) معاذاللہ

نمبر(2): ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زادہ زلیل ہے (کتاب تقویت الایمان) معاذاللہ

نمبر(3): جس کا نام محمّد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں (کتاب تقویت الایمان) معاذاللہ

نمبر(4): حضور کی تعظیم بڑے بھائی کی طرح کرنا چاہئیے (کتاب تقویت الایمان) معاذاللہ

نمبر(5): روضہ مطہرہ کا فقط زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے (کتاب تقویت الایمان) معاذاللہ

نمبر(6): محرم میں ذکر شہادتے حُسین کرنا اگرچہ وہ روایت صحیحہ ہو ، سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل و شربت میں دینا ، یا دودھ پلانا ، سب نا درست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے (کتاب فتاویٰ رشیدیہ)

لیکن اُسی کے برعکس اِسی فتاویٰ رشیدیہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھاہے کہ ہندو جو پیاو لگاتے ہیں اُسکا پانی پینا جائز ہے۔

نمبر(7): مردِے کا تیجا، دسواں، بیسواں، چالسواں، کرنا عُرس میں جانا، بُزرگوں کی منّت ماننا ، فاتحہ نیاز گیارویں شریف بارویں شریف وغیرہ متعارف طور پر کرنا، رواج کے موافق مولود شریف کرنا ، تبرُکات کے لئے عُرس کا انتظام کرنا ، شبِ برات کا حلواہ پکانا ، رمضان شریف میں ختم قرآن کے موقع پر شیرینی ضرور کرکے باٹنا ، یہ سب ناجائز و حرام ہے (کتاب قسد السبیل) معاذاللہ

لگے ہاتھوں محمّد ابن عبدالوہاب نجدی کا بھی ایک عقیدہ اُسکی ہی زبانی سُن لیجئے:

نمبر(8): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرے کا دیکھنا ایسا گناہ ہے جیسے بتوں کا دیکھنا (کتاب التوحید)

معاذاللہ ثُمَّ معاذ اللہ لعنت اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین علی الکافرین و الواہبین والدیوبندین والملحدین و الیہود و النصاریٰ

ان وہابی دیو بندی تبلیغی جماعت جماعتِ اسلامی والوں نے جب اپنے کفر کے وائرس کو ہر سو پھیلانا چاہاتو اپنے نام کو اسلام سے جوڑدیا اوراسلام کی آڑلے کراسلام کو بدنام کرناچاہا اسلام کے پرچم کو سرنگو کرنا چاہاطرح طرح کے حربے استعمال کیے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اسلام کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ ہی فرماتا ہے قران کہتا ہے :

وَاللہ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْن

(اور اللہ کواپنانور پورا کرناپڑے بُرا مانیں کافر۔ کنزالایمان)

یہاں میں ایک بات واضح کرتا چلوں کے بریلویت کوئی الگ یا نیامذہب نہیں بلکہ یہ ایک پہچان ہے اور حقیقی مذہب اہلِ سنّت ہی ہے۔ بنیادی طورپر مسلک کے معنیٰ "راستہ/طریقہ" کے ہیں، اس دور میں جب برّصغیر پاک وہند میں دینِ اسلام مختلف فتنوں کی زَد میں تھااور انگریزوں کی سرپرستی میں اسلام کو توڑمڑوڑ کر پیش کیا جارہا تھا، اللہ عزَّوجل کی شان میں گستاخیاں کی جارہی تھیں، اور پیغمبرِ اسلام صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وعصمت پہ حملے کیے جارہے تھے، عظمت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہ طعن وتشنیع کے تیر برسائے جارہے تھے، اولیاءاللہ رحمہم اللہ کے بارے میں کیا کچھ نازیبا کلمات استعمال نہ کئے جا رہے تھے، حق وباطل میں فرق کرنامشکل تھا، الغرض ہر طرف بے چینی کا عالم تھا، مسلمانانِ اہل سنت پریشان تھے کہ آخر کوئی تو ہو جو ان باطل اور دین وایمان کے دشمن فتنوں کے آگے بند باندھے۔

ایسے سخت فتنوں کے دور میں دین اسلام کی حفاظت کرے تو کون کرے، الکفر ملۃ واحدۃ کے پیش نظر، کفر جواس وقت ایک ملت بن کر اسلام کو مٹانا چاہتا ہے اس کا مقابلہ کرے تو کون کرے؟

یکایک اسی وعدۂ الٰہیہ کہ اللہ تعالیٰ تواپنے نور کو پورا فرمائے گا اگرچہ کافر جل جل کر مریں، کی تکمیل ہوئی اور امامِ عاشقاں، قبلہِ دل و جان، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانہِ شمعِ رسالت، حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، امامِ اہلِ سنّت، امامِ عشق ومحبّت، مجدِدِ دین وملت، امام احمد رضاخان علیہ رحمۃالرحمٰن نے اپنی خداداد صلاحیت علم وحکمت فہم وفراست اور عشق رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بناپر تمام فرقہائے باطلہ سے ایک ساتھ جہاد بالقلم چھیڑکرر کھ دیا اور تنِ تنہا ان تمام بلاؤں اور وائرس کا زبردست مقابلہ کیا اور نہ صرف اُن تمام باطل فتنوں کارد کر کے انکے کیفر کردار تک پہونچایا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی شمع روشن فرمائی کہ جس کو باطل آج تک اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بجھانہ سکا۔

شمع یادِرُخِ جاناں نہ بجھے
خاک ہوجائیں بھڑکنے والے

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ و علی آلہ افضل الصلٰوۃ و اکرم التسلیم

فقیر محمد مشارب الحشمت حشمتی عفی عنہ

آستانہ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف

بروز چہارشنبہ ۶ ماہ سرور ربیع النور ۱۴۴۳ھ

مطابق ۱۳ااکتوبر ۲۰۲۱ء

☆☆☆☆☆☆

مسلمان کون ہے؟

تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

" تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ "

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، اس (حدیث) نے تو بات صاف فرمادی کے؛

" جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔ "

(فتاویٰ رضویہ شریف مترجم: جلد-۳۰؛ صفحہ-۳۰۹، ۳۱۰)

مدیر: عبید حشمت علی
تزئین کار: محمد سہیل رضا حشمتی